کاروانِ آخرت

رشحاتِ قلم

مولانا سمیع الحق

مُرتّب

مولانا محمد ابراہیم فانی

مشاہیر علما، مشائخ، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں، اُدبا، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر "الحق" مولانا سمیع الحق کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے

مؤتمر المصنفین

دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور

پاکستان

صفحات ۴۲۸

سنہری ڈائی دار جلد

قیمت ۵ روپے۔ آج ہی طلب فرمایئے۔

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماهنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۵ — جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ

شمارہ ۴ — جنوری ۱۹۹۰ء
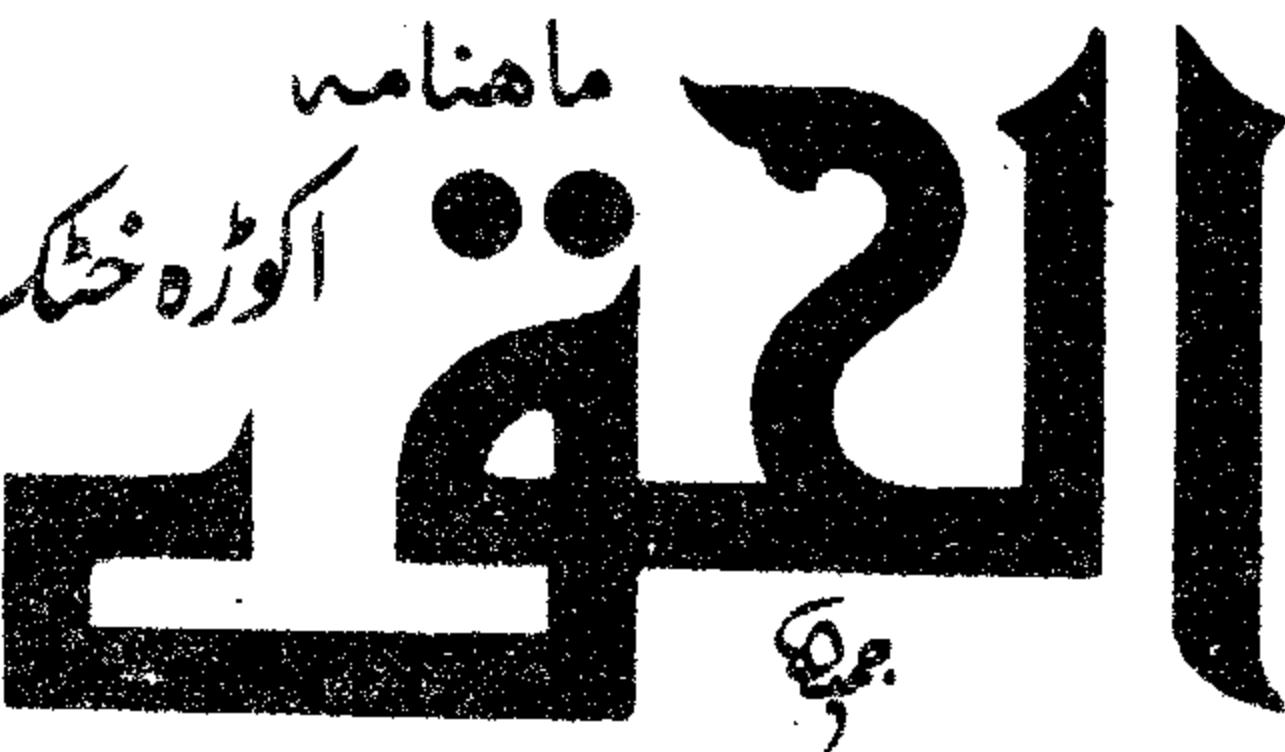
بیاد: حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

مدیر معاون: عبدالقیوم حقانی

ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ -/۵۰ روپے فی پرچہ -/۵ روپے بیرون ملک بحری ڈاک -/۸ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک -/۱۲ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

٭ افواجِ پاکستان کی تاریخی مشقیں "ضربِ مومن"

٭ جہادِ افغانستان میں ابنائے دارالعلوم کی شہادت

پاک افواج کی حالیہ تاریخی مشقیں "ضربِ مومن" ایک ایسی پیش رفت اور مبارک اقدام ہے جو ہر لحاظ سے لائقِ تحسین و قابلِ صد آفرین ہے۔ گو کسی بھی ملک کی افواج کی اس قسم کی مشقوں سے قوم و ملت کے حق میں کسی بڑے اور اہم انقلابی نتائج اور اثرات کی توقعات وابستہ کرنا قبل از وقت سہی، تاہم مضمرات و محرکات اور پاکیزہ مقاصد کی بنا پر مسلمان سپاہیوں اور کسی بھی اسلامی ریاست کی مسلمان افواج کی اتنے بڑے پیمانے پر مشقیں بذاتِ خود ایک بڑی کامیابی ہے۔

کیونکہ اس سے پوری قوم میں سپہ گری، اجتماعیت، حفاظتِ ملک و وطن، جوشِ جہاد اور جذبۂ جاں سپاری کی آبیاری ہوتی ہے۔ اتحادِ ملی کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے ایک روشن مستقبل کی غمازی کرتا ہے۔

مسلمانوں کا باہمی اتحاد، اسلامی ریاست کی تشکیل، افواجِ اسلامی کی تربیت، ملی و فکری یک جہتی اور دفاعی صلاحیتوں کی بقا و حفاظت ایک ایسی چیز ہے جسے ہر دور میں مسلمانوں کی فتح و عروج اور بقا و سالمیت میں ریڑھ کی ہڈی جیسا مقام حاصل رہا ہے۔

قرآن و حدیث از اول "تا آخر مسلمانوں کو ریاست کی ضرورت، منظم اجتماعی زندگی کی اہمیت، دین و سیاست میں تفریق و ضلالت سے گریز، اتحاد و اجتماعیت، دفاعی صلاحیت کے انضباط و بقا اور باہمی افتراق و انتشار، تحزب و انشقاق سے اجتناب کی تلقین سے لبریز ہیں۔ سورۃ انفال میں ارشاد ہے

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ	اور ان کے مقابلہ کے لئے جس قدر بھی تم سے ہو سکے سامان درست رکھو قوت سے اور

تُرۡهِبُوۡنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ عَدُوَّکُمۡ وَ اٰخَرِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَہُمۡ ۚ اَللّٰہُ یَعۡلَمُہُمۡ (انفال ۶۰)	پلے ہوئے گھوڑوں سے جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو۔ اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی کہ تم انہیں نہیں جانتے۔

اسلام پوری امت کو باہمی مربوط قوم، جسدِ واحد، ایک خاندان اور سیسہ پلائی دیوار سے تعبیر کرتا ہے "بنیانٌ مرصوص" "اسنان المشط" اور "جسدِ واحد" سب اسی تعلیمِ اتحاد اور جذبۂ دفاع و جہاد کی تمثیلات ہیں۔

مسلمان دنیا کی ایک فاتح، سرخرو اور بالادست قوم ہونے کے باوجود آج اغیار کی دریوزہ گر اور دشمنوں کے رحم وکرم پر رہنے اور خوشی خوشی طوقِ غلامی پہننے والی قوم بن کر رہ گئی ہے یہ وہ قوم ہے جسے قدرت نے بے پناہ وسائل، رزق، گوناگون خزائن، بےحساب معدنیات، زمینی قوتوں، پیٹرول، سونا اور فولاد تک سے بے تحاشا مالامال کر دیا ہے۔ افرادی لحاظ سے بھی وہ دنیا کی ایک عظیم تر قوت ہے۔ جغرافیائی اتصال و ارتباط کے لحاظ سے بھی چین سے لے کر کاشغر تک وہ زمین کے لئے ناف اور دنیا کے لئے دل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے وسائل یورپ کے لئے غنیمت، ان کی سلطنتیں یورپ کے لئے جاگیر، اور ان کے افراد غلام بنا دئے گئے ہیں۔ یورپ مسلمانوں کی تمام جوہری توانائیوں کو حاصل کرتا اور بدلے میں انہیں بے دینی، فحاشی، تہذیب، زندقہ، الحاد عریانیت، مادیت، کفر و شرک زیغ و فساد باہمی منافقت، جنگ و جدال، افتراق و انتشار کے تحائف دے کر چار و ناچار اپنے ہی دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یورپ کی کوششیں یہی ہیں کہ دینِ اسلام خود مسلمانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے اس کی خوبیاں چھپی رہیں۔ اس کے لئے یہ امید افزا علامت ہے کہ مومن خود ایمان سے محروم ہے وہ اسے تھپکیاں دے دے کر سلائے رکھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جاگ اٹھے اور اپنی تکبیروں اور ضربِ مومن سے فسانہ و افسوں اور شیطانی سحر وطلسم کے تار پود بکھیر دے۔ وہ مومن کو جد و جہد کی رزمگاہ سے الگ تھلگ رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ زندگی کے ہر محاذ پر وہ ناکام ہی ہوتا رہے اور بساطِ عالم پر مؤمنانہ رول نہ ادا کر سکے۔ اور اس کی کامیابیوں کی وجہ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں نے آج تک خود کو پہچانا نہیں۔ اور اپنے دفاعی صلاحیتوں کو مضبوط کرنے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی وہ پالیسی نہیں اپنائی جو خدا اور

رسولؐ کی تعلیمات کے مطابق ہو وہ جہاں بانی اور حکمرانی کے تمام آداب بھلا بیٹھے ہیں۔ ان کی تیغ بے نیام کند ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کی نومیدئ جاوید کا یہ حال ہے کہ اب گویا حرمتِ جہاد پر اجماع ہو گیا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ذلت و ادبار، شکست و ریخت مسلمانوں کے مقدر کی چیز نہ تھی۔ مگر اپنی اخلاقی و روحانی، مادی، سیاسی اور دفاعی صلاحیتوں کی حفاظت سے بے اعتنائی، افتراق و انتشار اور باہمی جنگ و جدال نے ہمیں غیروں کا لقمۂ تر بنائے رکھا۔ اسی بیماری کے یہ تلخ اثرات ہیں جسے آج تک کسی نہ کسی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ پاکستان کا دولخت ہو جانا کوئی بھول جانے والا حادثہ نہیں اور اب تو صوبائی عصبیت کے عفریت نے مزید حصے بخرے کی ٹھان لی ہے اغیار نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ مسلمانوں کو باہمی جنگ و جدال میں ڈال دیا ہے۔ سندھ جل رہا ہے کسی وقت بھی یہ ابلنے والا لاوا آتش فشاں بن سکتا ہے ایسے حالات میں پاک فوج کی عظیم جنگی اور دفاعی مشقیں روشنی کی ایک کرن ہیں۔ جو عالم اسلام کے افق پر نمودار ہوئیں۔ صرف پاکستانیوں کے لئے ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں اور امن پسند قوتوں کے لئے کتنی مسرتوں، ولولوں اور شادمانیوں کا ذریعہ بنیں۔

بلاشبہ ایسی مشقیں، خودکفالت اور دفاعی صلاحیتوں کی حفاظت اور فوجی تربیت کا شاندار اہتمام ہونا چاہئے۔ اور ہمیں اجتماعی طور پر اپنے عروج و زوال، فتح و شکست اور ذلت و پستی کے اسباب کا کھوج بھی لگاتے اور خرابی و بربادی کا مداوا بھی کرتے رہنا چاہئے ؎

مقصودِ ہنر سوزِ حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا

یہودی استعمار، ہندو عیاری اور روسی یلغار سے کسی بھی طرح کی چشم پوشی، مداہنت یا نرم رویہ نہیں برتنا چاہیے۔ بلکہ اس بارے میں ہمارا شیوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اقوال اور اعمال والا ہونا چاہئے کہ ابھی ہتھیار نہیں رکھے تھے کہ جبرائیل امین کی اطلاع پر یہود کا پوری طرح قلع قمع کرنے کے لئے دوبارہ مستعد ہو گئے۔ ارشادِ ربانی بھی یہی ہے:۔

وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَۃٌ

جب تک فتنۂ کفر کی پوری بیخ کنی نہ ہو مسلمانوں کو آرام کرنے کا حق نہیں بلکہ مصروفِ جہاد رہنا چاہیے

تاہم یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ مسلمانوں کی قوت، غلبہ و اتحاد اور فتح و عزیمت کا اصل سررشتہ تمام مادی اور ظاہری اسباب سے بڑھ کر غیر محسوس اور روحانی بنیادوں، ایمان کی پختگی، اسلام کی راسخ بازی اور اس سے صحیح اور کامل شامل میں وابستگی پر ہے۔ یہ رشتہ ایمان و اسلام، قومی ترقی و استحکام اور خود مختاری و ملی قوام کی خشتِ اول ہے جس کے مقابلے میں پوری زمین اور اس کی ساری قوتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

"ضربِ مومن" تب کارگر ہوگی جب ضارب واقعۃً بھی مومن ہو۔ لہٰذا واقعی ترقی و استحکام اور قومی سالمیت کے لئے تجدیدِ ایمان، تعمیلِ اسلام اور خدا و رسولؐ سے ان ٹوٹے وابستگی کو بھی غور و فکر اور تمرین و مشق کا بنیادی مسئلہ بنانا چاہئے۔ نظریاتی بنیادوں کی تطہیر اور استحکام کے لئے قرآن اور قرآنی تعلیمات کو اپنی قومی و ملّی، سیاسی، دفاعی اور فوجی پالیسیوں کا محور بنانا ہوگا۔ وی سی آر اور جنسی آزادی کے "ام المحرکات" سے پاک فوج کی بارکوں کو پاک کرنا ہوگا۔ ان کے دل و دماغ سے مغربی آزادی کی گرفت اور مغرب کی مادہ پرستانہ تہذیب کا قلادہ دور کرنا ہوگا۔ اور ان کے عقائد و نظریات کو اوہام و خرافات اور شک و تذبذب کے ظلمات سے نکال کر یقین و معرفت کے انوار سے روشن کرنے کا اہتمام بھی کرنا ہوگا کیونکہ مسلمان مغرب کا ہو یا مشرق کا، جب مومن ہے اور واقعۃً مومن ہے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے اور عقیدہ کے اتحاد کے بعد کسی دوسرے کلچرل، ثقافتی تربیت و معاہدہ اور تہذیب کا محتاج نہیں۔ عقیدہ کا استحکام "ضربِ مومن" کو غیر فانی اور دائم استحکام بخشتا ہے۔

عالمی سطح پر کفر کی "ملتِ واحدہ" کو اب نہ تو اشتراکیت سے خطرہ ہے نہ مغربی جمہوریت سے اور نہ ملوکیت سے۔ وہ صرف اور صرف امتِ مسلمہ اور ملتِ محمدیہ سے لرزہ براندام ہے جس کی خاکستر میں نئی زندگی کے شرارے اور عزم و ہمت کے انگارے چھپے اور دبے ہوئے ہیں۔ جس کی رسی جل گئی ہے مگر اس کے بل نہیں گئے۔ اس امت میں باشعور و باصلاحیت افراد، عبقری شخصیتوں، رجالِ کار اور مردانِ غیب کی اب بھی کوئی کمی نہیں۔ جو شکست کو فتح سے بدلنے، ہاری ہوئی بازی کو جیتنے اور ڈوبتی ہوئی کشتی کو تیرانے کی اہلیت اور ہمت رکھتے ہیں۔ اس قوم میں ایسے اصحابِ عزیمت و استقامت اب بھی موجود ہیں جن کی سحر خیزی و شب بیداری ہنوز برقرار ہے۔ ان کی راتیں سوز و گداز عرض و نیاز میں بسر ہوتی ہیں۔ جو اشکِ سحر گاہی سے وضو کرتے ہیں۔ دعائے نیم شبی اور نالہ سحر گاہی جن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے — کفارِ عالم زمانے کے انقلابات اور مقتضیات سے مبتلائے فکر و غم ہیں۔ کہ وہ کہیں

اس امت کی بیداری کا سامان نہ بن جائیں۔ اور پھر سے وہ دین محمدی کی طرف بازگشت کر کے نورِ ایمان سے مؤ
جذبۂ اسلام سے بھرپور "ضرب مومن" بن کر نہ ابھرنے لگیں۔ کہ مسلمانوں کی بیداری کا مطلب ایک قوم کی
بیداری نہیں بلکہ پوری دنیا کی بیداری ہے اس قوم میں تو ذات و کائنات کا رشتہ جڑا ہوا ہے جہاں اس
میں احتساب نفس ہے وہیں احتساب کائنات بھی ہے

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دین کی "احتساب کائنات"

ہماری دعا ہے کہ پاک فوج کی "ضرب مومن" پوری ملت کے لئے عمدہ و اعلیٰ اور زیادہ سے زیادہ
مثبت اور نتیجہ خیز ثمرات کا ذریعہ ثابت ہو اور پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمان اس کے برکات سے
مالا مال ہوں۔ آمین

جہادِ افغانستان میں ابناء دارالعلوم کی شہادت

مولانا عبدالحق شہید دارالعلوم کے جواں سال فاضل، اسلام کے فرزند جلیل مولانا عبدالحق الافغانی
بھی گذشتہ ماہ جہادِ افغانستان کے میدانِ کارزار میں نہایت اہم اور شاندار فرائض اور خدمات انجام
دیتے ہوئے بارگاہِ صمدیت سے خلعتِ خونِ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون
موصوف ۱۴۰۱ھ - ۸۱ ۱۹ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۴۰۲ھ میں
اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لیا۔ اور ایل ایل بی کیا۔ ۱۴۰۵ھ
میں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے مکتبۃ الشریعہ میں داخلہ لے کر عمدہ نمبروں پر کامیابی حاصل
کی۔ اور سعودی حکومت کی طرف سے مکۃ المکرمہ ام القراء میں ان کی تقرری ہوئی۔

آپ سعودی عرب سے ہر سال عرب رفقاء کو ساتھ لا کر مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ حاضر ہوتے۔ اپنے
شیخ و مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق سے زیارت و ملاقات اور حصولِ دعا کی سعادتیں حاصل کر
کے معرکہ حق و باطل میں قائدانہ ذمہ داریوں اور فرائض سے عہدہ برآ ہوتے۔ شہادت ان کا مقصود تھی
اور اسے وہ اپنی تمام تر مساعی کا ہدف بنائے ہوئے تھے یہ مقصد بھی انہیں حاصل ہو گیا۔
دعا ہے کہ خدائے حی و قیوم اس شیر بیشہ اسلام کے خونِ شہادت کے صدقے گلشنِ اسلام کو شاداں

کے تاخت وتاراج سے محفوظ کردے اسلامی انقلاب اور غلبۂ اسلام کی منزل قریب ہو۔

مولوی محمد ظریف شہیدؒ اپنی زندگی کی صرف ۲۲ بہاریں دیکھنے والے حقانیہ کے یہ نوجوان طالب علم بھی بارگاہِ صمدیت میں پروانۂ نجات وسعادت افغانستان کے کارزار میں "مرتبۂ شہادت" حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

موصوف دارالعلوم میں شوال ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء میں داخل ہوئے۔ ہر سال معرکہ ہائے جہاد میں شریک رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تحصیل علم میں سرگرم تھے۔ اب درجہ ثالثہ میں تھے۔ مخلص تھے امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ بارگاہِ صمدیت سے بواسطۂ کارکنانِ قضاء وقدر "خلعتِ خونِ شہادت" کا ایوارڈ حاصل کرلیا۔

محاذِ جنگ پر جانے سے قبل رفقاء کو بتاکید وصیت کی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے شہادت سے نوازا تو دارالعلوم کے اساتذہ کرام کو بھی میرے جنازے کی اطلاع دے دینا۔ اس کی یہ تمنا بھی پوری ہوئی۔ مرحوم کی میت محاذِ جنگ سے افغان کیمپ واقعہ اکوڑہ لائی گئی۔ اور دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ دونوں شہداء کے لئے دارالعلوم میں بھی اور افغان کیمپوں میں ایصالِ ثواب کی تقاریب منعقد ہوئیں۔ اور دونوں کی بے مثال قربانیوں کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

آہ مولانا عبدالجمیل حقانی

دارالعلوم حقانیہ کے سالِ اول کے فاضل مولانا عبدالجمیل صاحب ساکن لوند خوڑ ضلع مردان ۲۲ دسمبر کو واصل بحق ہوئے نمازِ جنازہ اسی دن ۴ بجے عصر کو مولانا سمیع الحق نے پڑھایا۔ ہزاروں مسلمانوں، علماء نے جنازہ میں شرکت کی۔ موصوف نے ساری زندگی حضرت شیخؒ کی خدمت ومعیت میں گذاری دارالعلوم دیوبند میں حضرت کے ساتھ رہے۔ اللہ نے وجاہت قد وقامت شجاعت سے نوازا تھا۔ اسی وجہ سے تقسیم ہند سے قبل شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے برصغیر کے سیاسی ہنگامہ خیز دوروں میں بطور باڈی گارڈ ساتھ رہنے کا شرف بھی حاصل تھا حضرت شیخ الحدیث مرحوم کے ننھیال کے رشتہ سے ماموں تھے اس لئے سارے حلقہ میں بھی ماموں کہلاتے تھے۔ اللہ نے بلند اخلاق وصفات سے نوازا تھا۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(عبدالقیوم حقانی)

افادات وملفوظات

دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ حضرت مدنیؒ کا خصوصی تعلق

ارشاد فرمایا۔ کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو ہم خدام دارالعلوم کے سالانہ جلسہ پر بلایا کرتے تھے۔ ہمارا کوئی سالانہ جلسہ ان کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت پر فالج کا حملہ ہوا۔ میں خود لاہور ان کو جلسہ پر مدعو کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ سے ملاقات ہوئی اور جلسہ کے لئے تشریف آوری کی درخواست پیش خدمت کی۔ آپ اس پر مجھ کو اپنے مخصوص کمرہ میں لے گئے۔ بجز میرے اور آپ کے وہاں اور کوئی نہیں تھا۔

آپ نے الماری سے رومال میں ملفوف کوئی چیز بڑے احترام سے نکالی۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا چیز ہے جس کا حضرت اس قدر اہتمام کر رہے ہیں۔ آپ نے میرے سامنے اس رومال سے ادب و اکرام سے ایک خط نکالا اور فرمایا کہ یہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا خط ہے۔ تحریر فرمایا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میرا اپنا مدرسہ ہے۔ آپ اس کی ہر قسم کی سرپرستی کریں گے اس لئے میں اگرچہ بیمار ہوں لیکن دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ کے لئے جانے پر مجبور ہوں۔ اور آپ بیماری اور نیم جسم کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لے آئے۔

مگر رات کو تقریر فرمانے کے بعد غائب ہوگئے۔ ہم ساری رات ان کو تلاش کرتے رہے۔ صبح معلوم ہوا کہ آپ نے رات شہر کی کسی مسجد میں گذاری تھی۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ایک بار مرکز علم دارالعلوم حقانیہ میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ تشریف لائے تھے۔ تو دارالعلوم کے دارالحدیث میں تقریر کے دوران ارشاد فرمایا کہ میں یہاں یہ محسوس کرتا ہوں جیسا کہ میں دارالعلوم دیوبند میں ہوں اور دارالعلوم حقانیہ

بجا طور پر دیوبند ثانی ہے۔

جہادِ افغانستان جہادِ افغانستان کے تذکرہ کے وقت فرمایا کہ دلی خواہش تو یہ ہے کہ جہاد میں میری رگ رگ قربان ہوجائے مگر کیا کریں ضعف و پیرانہ سالی ہے۔ فرمایا عمر بن عبدالعزیزؒ جوامت محمدیہ میں پہلے مجدد ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک سنت کے احیاء میں عمر بن عبدالعزیز کا سارا بدن قیمہ قیمہ ہوجائے تو یہ عمرؒ کی کامیابی ہوگی۔ اور جہادِ افغانستان میں تو تمام دین کا احیاء مقصود ہے تو یہاں جان دینے میں کیونکر کامیابی نہ ہوگی۔

فرمایا اگر افغان عوام کا موجودہ جہاد نہ ہوتا تو ہمارے اور تمہارے چہرہ پر ریش مبارک نہ ہوتی۔ روسی اسے بھی جبراً منڈوا لیتے۔ نہ مدرسے ہوتے اور نہ مساجد ہوتے۔ مدارس اور طلباء و علماء کا وجود اس جہاد کی برکت سے قائم اور باقی ہے۔ اس لئے اس جہاد میں جتنی بھی قربانی دی جائے کم ہے۔

معرکہ حق و باطل تحریک نفاذ شریعت کی حمایت اور بعض لوگوں کی جانب سے شریعت بل کی مخالفت کے بارہ میں فرمایا کہ یہ ابتلاء ہے۔ فرمایا، کہ اگر بیک آواز بغیر کسی اختلاف کے اسلام نافذ ہوتا تو پھر جہاد مدارس و طلباء کی ضرورت کہاں ہوتی۔

فرمایا! کہ جس طرح انجن آگ اور پانی سے چلتا ہے بعینہ اسی طرح دنیا کا انجن حق کے پانی اور باطل کی آگ سے چلتا ہے۔ چنانچہ آخر میں جب باطل بغیر حق کے رہ جائے گا۔ تو دنیا کا یہ انجن رک جائے گا اور دنیا فنا ہوکر قیامت قائم ہوجائے گی۔

حضرت ابن عباسؓ کی نصیحت فرمایا کہ غالباً حضرت ابن عباسؓ نے دو نوجوان طالب علموں کو نصیحت کرتے وقت، فرمایا کہ انتما عالجان فعالجا عنی نیکما یعنی میں تو بوڑھا ہوں اور آپ نوجوان ہیں قوت والے ہیں زور اور طاقت والے ہیں لہٰذا دین سے مدافعت کرکے خدمت دین کو اپنا شیوہ بنائیں۔

دولت و ثروت اور دینداری کا اجتماع جناب ملک محمد ایوب میاں شاہ کا تذکرہ شروع ہوا ملک صاحب مولانا رسول خان صاحبؒ کے مرید تھے مولانا رسول خان صاحب حضرت دامت برکاتہم کے مشفق اساتذہ میں سے تھے۔ ملک صاحب نہایت دولتمندی کے باوجود علماء و صلحاء سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے اور نہایت متواضع تھے۔ تو فرمایا کہ ثروت و دولت کے ساتھ جب دینداری اور تواضع جمع ہوجائے تو یہ بہت بڑا رتبہ ہے۔ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

جہاد افغانستان کا حساس اور نازک ترین مرحلہ

افغان عبوری حکومت کے سربراہ جناب پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی اور محاذِ جنگ کے معروف جرنیل مولانا جلال الدین حقانی سے انٹرویو

۱۶ر دسمبر ۱۹۸۹ء مخدوم زادہ ذی قدر حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کی معیت میں افغان عبوری حکومت کے سربراہ جناب حضرت مولانا پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی اور پکتیا محاذ کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی کی خدمت میں ان کی قیام گاہ پر علیحدہ علیحدہ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اس موقع پر افغان عبوری حکومت کے وزیر خزانہ جناب ہدایت اللہ خان ارسلان بھی موجود تھے۔ اہم مسائل پر مذاکرہ اور تبادلۂ خیال ہوا۔ سوال و جواب کا سلسلہ بھی چلا تو کچھ استفسارات بھی ہوئے احقر نے اس گفتگو کے بعض اشارات محفوظ کر لئے تھے۔ اب جب مسودہ کو صاف کیا تو وہ ایک اہم انٹرویو بن گیا۔ قابلِ اشاعت حصہ افادۂ عام کے پیش نظر نذرِ قارئین ہے کہ اس سے جہاد افغانستان کے بعض اہم گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔

(عبدالقیوم حقانی)

افغان عبوری کے سربراہ جناب پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی سے انٹرویو

س ۔ جہادِ افغانستان کی تازہ ترین صورت حال پر کچھ ارشاد فرمائیے۔

ج ۔ بحمداللہ مجاہدین اپنے مقاصد اور عزائم اور اہداف میں کامیاب ہیں۔ تاہم یہ کوئی معمولی مہم نہیں۔ ایک انقلاب کی بات ہے۔ اس میں مشکلات ہیں، مصائب ہیں مگر خدا کے فضل سے مجاہدین بلند حوصلہ اور پُرعزم

باہمت ہیں خدا تعالیٰ کی غیبی نصرتیں شاملِ حال ہیں۔

س ۔ الیکشن کے مطالبہ کا مقصد کیا ہے؟

ج ۔ الیکشن کے حالات ہوں، انتخابات کے لئے ماحول سازگار ہو اور اسلامی طریق انتخابات ہو تو اس سے کون اعراض کر سکے گا۔ بہر حال افغان قیادت اس سلسلہ میں باہمی مشاورت سے کوئی حتمی اور قطعی فیصلہ کر سکتی ہے۔

س ۔ آپ کا حالیہ دورۂ امریکہ کیسے رہا؟

ج ۔ بحمداللہ جس مشن اور مقصد کی خاطر میں نے وہاں امریکی صدر بُش سے ملاقات کی اور مذاکرات ہوئے مجھے اس میں اپنے مؤقف کو واضح اور ٹھوس طور پر پیش کرنے پر مسرت ہے بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں بہت سے اہم گوشے واضح ہوئے بعض حقائق کے مستور گوشے اور امریکی پالیسیوں کے بعض ترجیحات پر تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ اور الحمدللہ کہ مؤثر رہی۔

س ۔ افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرنے میں امریکہ کے لئے کیا موانع ہیں۔

ج ۔ امریکہ تو دور کی بات ہے اپنے برادر پڑوسی اور اسلامی ممالک اور جہاد افغانستان کے حامی ممالک کے لئے اس کے تسلیم کر لینے میں کیا موانع ہیں اس میں تو پاکستان کو سبقت کرنی چاہیئے تھی۔ ایران کو سبقت کرنی چاہیئے تھی بغرض کوئی مانے یا نہ مانے افغان عبوری حکومت قائم ہے اور انشاءاللہ اپنے نیک عزائم اور اہداف کے حصول تک اپنی جدوجہد بھی جاری رکھے گی۔

جہادِ افغانستان کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی سے انٹرویو

س ۔ مغربی لابی اور استعماری قوتیں عالمی سطح پر جہاد افغانستان کے بارے میں خبروں میں ہزیمت اور مجاہدین کی کمزوری کے پہلوؤں کو نمایاں کر کے ظاہر کر رہے ہیں حقیقتِ واقعہ کیا ہے۔

ج ۔ افغان جہاد کو بیرونی دنیا میں ایک مخصوص لابی کمزور، ضعیف، بے وقعتی اور غیر اہم امر کے طور پر پروپیگنڈہ کے زور سے متعارف کرا رہی ہے۔ ہمارے بعض نادان دوست اور حقیقت سے ناآشنا مسلمان بھی ان کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ مغرب کی پروپیگنڈہ لابیاں اور خبر رساں ایجنسیاں اور عام اسلامی ممالک کے اشاعتی

اورنشر یاتی ادارے ان کے پاس اپنے ذرائع تحقیق نہیں۔حقیقت حال جاننے کی وہ زحمت ہی برداشت نہیں کرتے۔ان کا علم مخصوص طبقات کی تقلید اور وطیرہ ان کا جھوٹ پر اعتماد ہے اس بنیادی کمزوری نے افغان مجاہدین کے بارے میں بھی غلط تاثر پیدا کر دیا ہے۔

ورنہ حقیقت حال تو یہ ہے کہ روس خود بھی اور اس کے ایجنٹ بھی افغانستان کے معرکۂ حق و باطل میں نہتے مجاہدین کے ہاتھ لوہے کے چنے چبا رہا ہے۔دشمن بڑا عیار، مجرم، فاسق اور ان کے نمائندے زندقہ الحاد، بے دینی فحاشی اور عریانی کے دلدادہ ہیں۔انہیں تو اب سانس لینا دشوار ہوگیا ہے۔وہ مجاہدین کے ہاتھوں انتہائی ذلت ورسوائی اور اضطراب سے گزر رہا ہے وہ اب سخت ترین اذیت اور بدترین مرحلہ سے دوچار ہے۔مجاہدین نے افغانستان میں روسیوں پر اشیائے ضرورت بند کر دی ہیں۔لکڑی، تیل، کھانے پینے کا سامان ان کو میسر نہیں۔ان پر پہاڑ، سڑکیں اور عام گذرگاہیں بند کر دی گئیں۔وہ آزادی سے نہ تو چل پھر سکتے ہیں اور نہ کسی ایک جگہ انہیں قرار حاصل ہے۔خوست میں ان کے طیارے نہیں بیٹھ سکتے ۱۲ روز سے مجاہدین نے ان کے کسی بھی طیارہ کو نہیں بیٹھنے دیا۔پیراشوٹ کے ذریعہ بھی وہ بھاری چیزیں اپنے زخمی یا میت کی حفاظت کا اہتمام نہیں کر سکتے۔کابل اور گردیز میں تو اندر کے تمام راستے دو سال سے بند کر دئے ہیں۔مجاہدین نے دشمن پر چاروں طرف ناکہ تنگ کر دیا ہے۔

خوست کے بحمداللہ بڑے بڑے شہر مجاہدین کے محاصرہ میں ہیں۔روسیوں کے اور ان کے ایجنٹوں کے زخمی سسک سسک کر مر جاتے ہیں۔وہ طیاروں کے ذریعہ بھی اپنے زخمیوں کی مدد نہیں کر سکتے۔

س - افغان قیادت اور افغان عبوری حکومت میں اختلاف کی خبروں کی کیا حقیقت ہے

ج - جی ہاں؛ وطن کی آزادی، ملکی استحکام اور ریاست کی تشکیل میں قیادت کی وحدت اور مضبوط ومحکم تشکیل کے بغیر ناممکن ہے۔افغانستان میں اسلامی انقلاب، غلبہ شریعت اور آزاد اسلامی حکومت کے قیام کے لئے واحد حکومت ضروری ہے۔اگرچہ تاہنوز اس پر اتفاق نہ ہوسکا۔تاہم یہ امر کسی کرامت یا دین کے معجزہ سے کسی بھی طرح کم نہیں۔کہ افغان عبوری حکومت تشکیل دی جاچکی ہے۔مجاہدین کا ہدف روسی مظالم اور ان کی ایجنٹ کٹھ پتلی حکومت سے گلو خلاصی

اور خالص اسلامی ریاست کا قیام ہے۔ تو اس کے لئے افغان قیادت اور ذمہ داران عبوری حکومت کو بڑے حوصلہ اور وسیع المظرفی کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اگر خدانخواستہ باہمی اعتماد اور اتحاد کا مظاہرہ نہ کیا گیا تو روسی پالیسی افغانستان کی باہمی خانہ جنگی کامیاب ہو جائے گی۔ اسی مذموم مقصد کے حصول کے لئے ابھی سے غیر ملکی گماشتے لسانی، علاقائی، مذہبی اور فروعی اختلافات کا ہوّا کھڑا کر کے مجاہدین کی عظیم قوت کو پاش پاش کرنا چاہتے ہیں۔

س۔ تو آپ کی نظر میں اس کا حل کیا ہے اور اس سلسلہ میں تاہنوز کیا پیش رفت ہوئی۔

ج۔ اس کا حل، افغان قیادت کا اتحاد، باہمی اعتماد اور واحد قیادت کا سامنے لانا ہے اس پر بحمد اللہ ہماری مساعی جاری ہیں اور خدا کرے گا وہ ضرور کامیابی سے ہمکنار رہوں گی۔ انشاء اللہ

س۔ جلال آباد کی جنگ میں مطلوبہ کامیابی حاصل نہ ہو سکنے کی وجہ کیا ہے۔

ج۔ دراصل جلال آباد کی جنگ پر فنی اعتبار سے وہ توجہ نہ دی جا سکی جو مطلوب تھی جو نقشہ بندی کی گئی تھی یا جن لوگوں نے اس جنگ کی منصوبہ بندی کی تھی وہ خوش فہمی میں مبتلا تھے جو پروگرام بنایا گیا تھا اس کے تقاضے ملحوظ نہ رکھے جا سکے۔ اپنے پروگرام سے پہلے دشمن کو خبردار کر دیا گیا تھا جلال آباد کی جنگ کے ساتھ ساتھ دشمن کو مختلف محاذوں میں جنگ کے ذریعہ مصروف رکھا جاتا مگر یہاں تو دشمن کو موقعہ دیا گیا کہ وہ اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ جلال آباد میں مصروف رہ سکے بہرحال فنی اور جنگی اعتبار سے یہ ایک غلطی تھی جسے سب کو تسلیم کر لینا چاہئے۔

س۔ امریکہ کی افغان مجاہدین کے سلسلہ میں پالیسیاں تبدیل ہوئی ہیں۔ کیا اس سے جہاد افغانستان متاثر ہو گا۔

ج۔ امریکی پالیسی یا امریکی پالیسی سازوں سے میرا کوئی رابطہ اور تعلق نہیں ہے۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ مجاہدین کے ساتھ بیرونی ممالک کی طرف سے دی جانے والی امداد میں ۸۰ فی صد کمی آ گئی ہے۔ روسیوں کے نکل جانے کے بعد ۲۰ فی صد مدد باقی رہی۔ حالاں کہ پہلے جہاں ۱ گولیوں کی ضرورت پڑتی تھی اب وہاں ۸ سو گولیوں کی ضرورت ہے۔ اب کا مرحلہ سخت مرحلہ ہے جنگ شدت کی جنگ ہے۔ اور فنی اعتبار سے اب حساس ترین مرحلہ ہے۔ روس کا نکلنا فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کا پورا فوجی دماغ، بھرپور فوجی امداد اور تمام تر اقدامی اور دفاعی قوتیں وہ افغانستان میں مصروف کار ہیں۔ ہمیں اب پہلے کی نسبت کئی گنا بڑھ کر مدد اور اسلحہ چاہئے۔ اب تو جنگ کو تسلسل حاصل ہو

گیا ہے ۔ افغان کٹھ پتلی حکومت کے پاس باقاعدہ منظم فوجی پلٹنیں ہیں ۔ بے انتہا مالی وسائل اور جدید ترین اسلحہ کی کثرت ہے ۔ جب کہ مجاہدین کے پاس نہ تو وہ مالی وسائل ہیں اور نہ وہ نظم اور نہ وہ وسائل اور ذرائع ہیں جو مخالفین کے پاس ہیں ۔ میدانِ جنگ میں فنی اعتبار سے کامیابی کے لئے کسی بھی فوج کو تین چیزوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے ۔ ۱۔ منظم فوج ۔ ۲۔ مالی وسائل کی کثرت ۔ ۳۔ بھرپور اسلحہ ۔

س ۔ انتخابات کا جو نعرہ لگایا جا رہا ہے اس کی توضیح اور انتخابات کا تصور آپ کے نزدیک کیا ہے ۔

ج ۔ موجودہ حالات میں افغان قیادت کو میدانِ کارزار اور عملاً جہاد پر بھرپور توجہ دینی چاہئے لادین مغربی جمہوریت اور سیکولر انتخابات کے ذریعہ نفاذ شریعت کا مقدس مشن اور اسلامی انقلاب کا مبارک ہدف حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔

اولاً مغربی تصورِ انتخاب کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ۔ ثانیاً انتخابات کا مطلب یہ ہوگا کہ فاسق فاجر ، دہریئے ، لادین ، کمیونسٹ ، سوشلسٹ ، خدا بیزار ، دنیا پرست اور کے جی بی کے جاسوس ہر کہہ و مہہ رائے دے گا ۔ کہ یہ شخص ملک و ملت اور قوم و دین کی خدمت کی اہلیت رکھتا ہے اور یہ بھی طبعاً وعقلاً اور تجربۃً معلوم ہے کہ ہر گھر میں ذی رائے اور صالحین کم ہوتے ہیں ۔ ایک دو ہوتے ہیں یہی حال محلہ کا ، شہر کا اور ملک کا ہے اور اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ قوم میں فاسق زیادہ اور اہل کم پیدا ہوتے ہیں ۔ تو جناب یہ منطقی اور عقلی نتیجہ ہے کہ جب ووٹ نااہلوں پر ہوں تو قیادت اور حکومت کا حق نااہل کو ملے گا ۔

اسلام امارت اور ریاست کی تشکیل کو بھی دین ہی کی ایک ضرورت قرار دیتا ہے مگر رائے کا اختیار اہل الرائے اور صالحین کو دیتا ہے جو واقعۃً بھی صلاحیت و اہلیت رکھتے ہوں دین کے تقاضوں اور علم سے آگاہ ہوں ۔ البتہ اگر اہل حل وعقد اور اصحاب علم و ذی رائے میں اختلاف ہو جائے تب ان کا انتخاب و انتساب صحیح ہے ۔ نظام خلافت راشدہ اور خلفاء راشدین کے انتساب و انتخاب کی ساری روئیداد امت کے سامنے ہے ۔ مگر اس سب کچھ کے سامنے اور واضح ہونے کے باوجود لادین مغربی جمہوریت کا نعرہ کیوں ؟

س ۔ بعض لوگ موجودہ لادین طریق انتخاب کی ، یہ کو امت کا اجتماع قرار دیتے ہیں ۔

ج - انا للہ وانا الیہ راجعون حضورؐ نے فرمایا لا یجتمع امتی علی ضلالۃ میری امت کبھی بھی گمراہی پر اجتماع نہیں کرسکتی - اور نہ ضلالت پر متفق اور مجتمع ہو سکتی ہے - عورتوں کی عریانی، فحاشی، خدا کے بجائے عوام کا اقتدار اور عوام کی حکومت اور عوام کا قانون - یہ سب ضلالت ہے - مغرب کا لادین جمہوری نظام ضلالت ہے - یہ ہرگز اجتماع امت نہیں - اجتماع امت ضلالت پر نہیں حق پر ہوا کرتا ہے -

س - سات جماعتیں متحد ہیں اور افغان عبوری حکومت انہی میں محدود ہے کیوں ؟

ج - جی نہیں، جو درست نہیں - سات پارٹیوں میں انحصار درست نہیں - کوئی سی صالح قیادت آگے آئے خدا کرے کہ وہ ان سات میں ہو سب کا متفقہ نمائندہ چن لیا جائے یا باہر سے کوئی اور صالح قیادت آگے آئے ہم تو صالحین اور اہل قیادت کا استقبال کرتے ہیں

س - حال ہی میں امریکی رہنماؤں کے بیانات آئے ہیں کہ افغان مجاہدین کی مدد بحال کر دی گئی ہے -

ج - جھوٹ ہے غلط ہے کوئی مطلوبہ مدد نہیں ہو رہی یہ سب روس امریکی ملی بھگت ہے - روس نے امریکہ کو امریکہ نے روس کو یہ یقین دلایا ہے کہ افغانستان میں اسلامی انقلاب ہرگز نہیں ابھرنے دینا - اگر اسلامی ریاست قائم ہوئی، مجاہدین کی حکومت قائم ہوئی تو شرق و غرب میں اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہو گی - اب امریکہ کی بھی یہی پالیسی ہے کہ مجاہدین کمزور رہیں روس سے صلح کے لئے مجبور رہیں یا کم از کم خالص اسلامی ریاست کی تشکیل کے عزم مصمم اور ہدف سے دستبردار ہو جائیں - مگر خدا کے فضل سے ہم نے عزم کیا ہوا ہے جان چلی جائے مگر اسلامی انقلاب اور جہاد اسلامی کے مشن کی تکمیل کی مساعی سے دستبردار نہیں ہوں گے ؛

دعوت وارشاد — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی
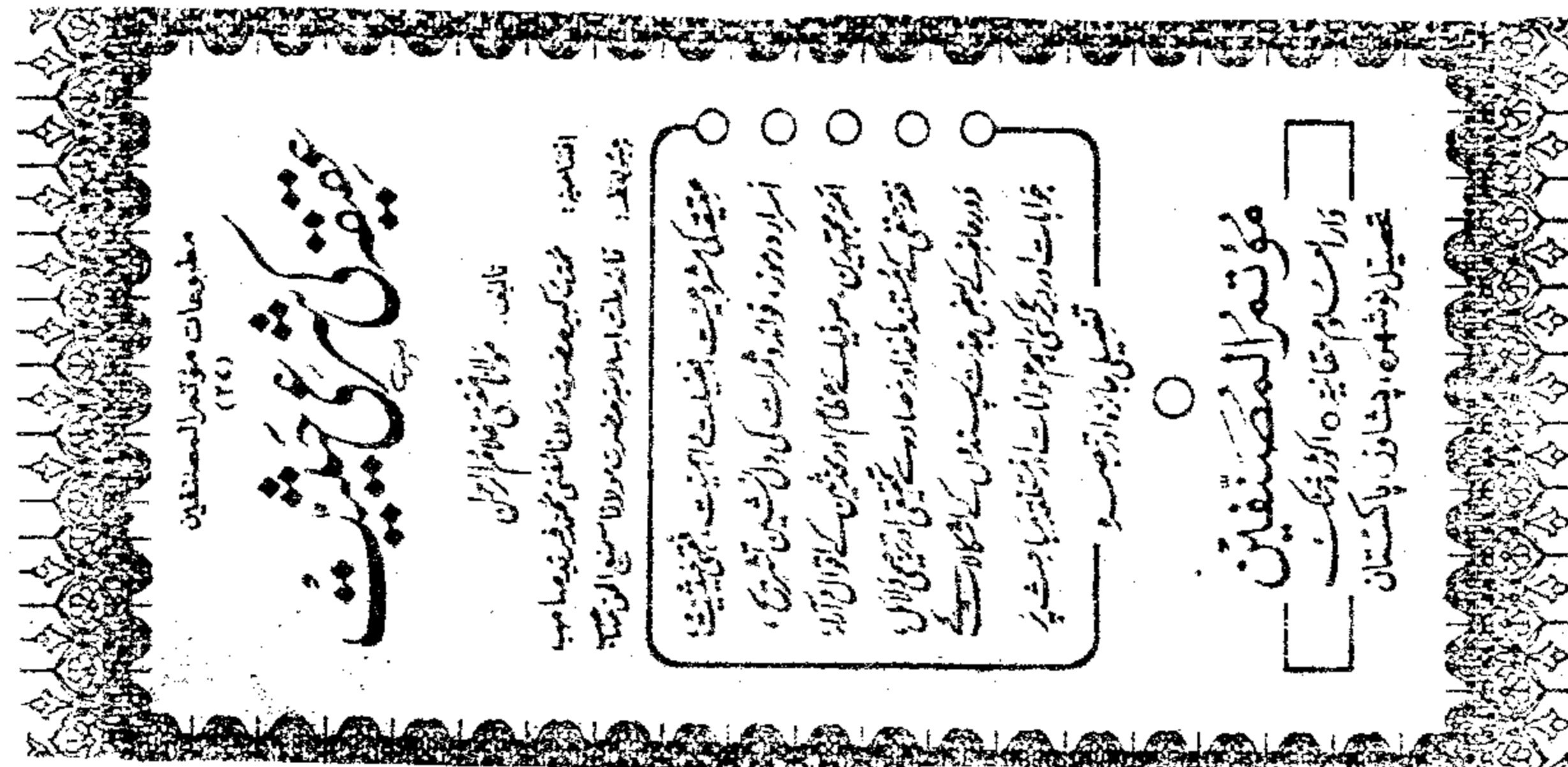
سیرت وکردار کی تبدیلی کی ضرورت

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔

حضرات ! ابھی قاری صاحب نے جو آیات تلاوت کی ہیں ان میں سے ایک آیت یہ تھی ۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق

ترجمہ ۔ اور کہو کہ اے پروردگار مجھے اچھی طرح داخل کیجیو اور اچھی طرح نکالیو۔

یہاں آکر مجھ جیسے تاریخ کے طالب علم پر کچھ پرانی یادوں کا اثر تازہ ہو جاتا ہے ۔ یہ کوئی غیر معمولی اور عجیب بات نہیں ہے مؤرخوں کی ایک بڑی دشواری یہ ہے کہ وہ اپنے تاریخی مطالعہ سے کسی جگہ علیحدہ ہو نہیں سکتے ۔ تاریخ کے نتائج بدلی بن کر سامنے آجاتے ہیں ۔ وہ کتنا ہی چاہیں کہ وہ اس سے ہٹ جائیں ہٹتے نہیں ہیں ۔

اورنگ آباد کو میں ہندوستان کا غرناطہ کہتا ہوں ۔ جو لوگ تاریخ اسلام سے واقف ہیں وہ اس تشبیہ کو سمجھیں گے ۔ ان دونوں میں مماثلت ہے اس میں عربی سلطنت تھی ۔ جس نے صدیوں یورپ میں ڈنکا بجایا ۔ اس کے بار احسان سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا ۔ اس نے یورپ کو بہت کچھ دیا ۔ کاش کہ وہ پورے یورپ کو اسلام کی دعوت دیتا ۔ اس سے یہ بہت بڑی کوتاہی ہوئی ۔ اس کوتاہی کے جرمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس سے ملک ہی لے لیا ۔

عربوں نے یورپ کو علم کی روشنی دی ۔ حقیقت اور استقراء کا طریقہ دیا ۔ جس کو یورپ کی علمی ترقی میں بہت بڑا دخل ہے ۔ اندلس ہی ہے جو یورپ کو قیاس سے استقراء پر لایا ۔ قیاس یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے کوئی اصول و کلیہ ، اپنی ذہانت و مطالعہ سے بنالیں اور اس کے بعد جزئیات کو اس کے ماتحت کریں ۔ اور استقراء یہ ہے کہ آپ جزئیات پر غور کریں ۔ پھر ان کے عمومی اور اجتماعی مطالعہ سے آپ ایک کلیہ بنائیں جزئیات اس کی شہادت و گواہی دیتی ہیں ۔ کہ یہ کلیہ ہونا چاہئے ۔

یورپ نے جو ترقی کی ہے اور فلسفہ مابعد الطبیعات سے ہٹ کر سائنس و ٹیکنالوجی اور تجربہ

آیا ہے۔ وہ استقراء کے اصول کو مان لینے کی وجہ سے، اور یہ دین اور عطیہ ہے۔ اندلس اسلامی (اسپین) کا
اس سلطنت کا فن دیا اور یونان کا فلسفہ منتقل کر کے یورپ کو دیا۔ انہوں نے یونان کے فلسفہ کو سمجھا
اس کو ہضم کیا اور پھر اس کی شرح کی۔ پھر اس کے ترجمے انگریزی اور دوسری زبانوں میں ہوئے لیکن
ان سے کوتاہی یہ ہوئی کہ انہوں نے خالص اسلام کی دعوت یورپ میں نہیں پھیلائی۔ وہ علوم و فنون کی
ترقی، اور ادب و شاعری کی ترقی میں لگ گئے۔ یہ اس وقت کا موضوع نہیں۔ اورنگ آباد آکر یہ ختم
کھنڈر ہو جاتے ہیں۔ وہاں اسلامی عرب سلطنت کا زوال ہوا اور اس کی آخری فصل (CHAPTER)
الٹا گیا۔ یہاں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا زمانہ شروع ہوا جو بہر حال مسلمانوں کے اقتدار کی ایک
نشانی تھی۔ مورخ و ناقد اس پر کتنی تنقید کریں ہمیں اس کے بہت سے کارناموں کو ماننا پڑے گا۔
لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور خود قرآن
پاک میں اس کو ایک بڑی نعمت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں

ترجمہ۔ بھائیو! تم پر جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا
کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ اہل عالم میں سے کسی کو
نہیں دیا۔ (المائدہ ۲۰)

حکومت و سلطنت ایک نعمت ہے لیکن حکومت و سلطنت کوئی ایسی خارجی اور مصنوعی چیز نہیں
ہے جو کہیں سے لاکر ٹھونک دی جائے، یا خود بخود پیدا ہو جائے۔ حکومت و سلطنت ایک خاص
کردار، احساس ذمہ داری، ہمدردی خلائق اور جذبۂ خدمت کا مظہر ہے۔ یعنی جب کسی جماعت یا ملت
میں خاص مزاج و کردار پیدا ہو جاتا ہے تو اس مزاج و کردار کی وسعت اور گہرائی کے مطابق اس کو
موقع دیا جاتا ہے کہ وہ کسی خطۂ زمین پر اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرے۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک کا خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام
کرتے ہو۔ (یونس ۱۴)

اصل چیز ہے سیرت و کردار، اور وہ طرز زندگی ہے جو ایک سلطنت ہی نہیں بلکہ سلطنت سے
بڑی چیزیں یعنی معرفت الٰہی، اللہ کے یہاں کی مقبولیت، نظر کی تاثیر اور خیر عام اور ہدایت و رحمت الٰہی
کا دائرہ کھولنے کا کام کرتی ہے۔ سلطنت تو اس کا ہلکا اور پھیکا سا نشان ہے۔ ایمانی سیرت وہ

چیز ہے جو آفاق و الفس کی فتوحات عطا کرتی ہے۔ جس کے سامنے سلطنتیں ہیچ ہیں۔ وہ اصل چیز جو ہر خیر کا منبع و سرچشمہ ہے وہ ہے سیرت۔ میں نے کسی موقع پر کہا تھا کہ ارادے اداروں کو پیدا کرتے ہیں ادارے ارادوں کو پیدا نہیں کرتے۔ اصل چیز ہے ارادہ۔ جب صحیح ارادہ ہو جاتا ہے تو پھر سینکڑوں ادارے وجود میں آجاتے ہیں۔ ادارے جیتے ہیں، مرتے ہیں، پیدا ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن ارادہ انسانی جب صحیح ہو جائے اور انسان کی نیت نیک ہو جائے۔ انسان کی سیرت، شریعت کے سانچہ میں ڈھل جائے انسان کے اعمال و تصرفات منشائے الٰہی کے تابع ہو جائیں۔ منشائے الٰہی کے سانچہ میں ڈھل کر نکلیں اور ذہن کا رخ صحیح ہو جائے کہ ہر بُن مُو سے صدا آئے۔

ترجمہ۔ تو ان کے قدموں کے نیچے کسریٰ و قیصر کے تاج آتے ہیں ؎

در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید
ماند شبہا چشم او محروم نوم
تا بتخت خسروی خوابیدہ قوم

اقبال کہتے ہیں آپ کی امت تخت خسروی پر آکر سو گئی، یعنی اس نے تختِ خسروی کو ایک معمولی چارپائی اور ایک سریر سمجھا۔ اس کو خاطر میں نہیں لائی۔ جہاں بیٹھنا چاہئے تھا جاہ و جلال کا اظہار کرنے کے لئے وہاں سو گئی۔

تو اصل چیز کیا ہے؟ خدا کو جب منظور ہوگا اور خدا کی حکمت کا تقاضا ہو گا۔ تو اس سے بڑی چیز یں وجود میں آئیں گی۔ یہ درویشانِ بے نوا۔ یہ فقیرانِ کج کلاہ، آپ کی سرزمین میں آرام فرما ہیں۔ انہوں نے بادشاہوں پر حکمرانی کی ہے۔ خواجہ برہان الدین غریبؒ کے واقعات پڑھئے۔ حضرت خواجہ زین الدینؒ کے واقعات پڑھئے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شیخ زین الدین کو بادشاہِ وقت نے طلب کیا جو اس وقت کا سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ کسی بات پر اس کو ناگواری ہوئی تو انہوں نے خواجہ برہان الدین غریبؒ کی قبر پر آکر لاٹھی گاڑ دی اور کہا۔ اب جس میں دم اور ہمت ہو وہ یہاں سے اٹھا کر دیکھے۔ تو اس کے سامنے بادشاہ ہی جھکا۔ وہ اس کے سامنے نہیں جھکے۔ ایسی نظیروں سے پوری تاریخ بھری ہوئی ہے۔

اصل چیز کیا ہے۔ وہ ہے سیرت کا پیدا کرنا جس کا عنوان ہے "اُدخلِنی" میں داخل ہوں تو

تیرے حکم کے مطابق نکلوں تو تیری تعلیم اور منشاء کے مطابق جس کو مُدخَلَ صِدقٍ اور مُخرَجَ صِدقٍ کہا گیا۔ وَاجعَل لِّی مِن لَّدُنکَ سُلطَانًا نَّصِیرًا (الاسراء ۸۰) اور اپنے ہاں سے زور قوت کو میرا مددگار بنائیو۔ کہا گیا آپ کے سوا کوئی ذات نہیں ہے۔ میرے لئے آپ اپنی طرف سے طاقت پیدا کر دیجئے۔ اصل مسلمانوں کی طاقت اس میں مضمر ہے کہ کس کی سلطنت رہی۔ اگر کسی کی خلافت رہتی تو خلافت راشدہ اور اس کے بعد شہنشاہی رہتی تو سلطنت عباسیہ جو پورے متمدن افریقہ اور ایشیا کے عظیم ترین ممالک پر حکومت کرتی تھی۔ یہ مغلوں کی سلطنت خود کتنی بڑی سلطنت تھی۔ یہ چیز یعنی نعمت اللہ تعالیٰ کسی کو دے تو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ میں اس کی تحقیر نہیں کرتا لیکن یہ مسلمان کے لئے موت، و زندگی کا سوال نہیں۔ یہ نہیں کہ سلطنت ختم ہو جائے تو یہ امت مر گئی۔ جب سلطنت آئے تو یہ امت زندہ ہو گئی۔ امت سلطنت سے بالاتر ہے۔ سلطنت امت سے بالاتر نہیں۔ سلطنت امت کے لئے ہے امت سلطنت کے لئے نہیں سیرت سلطنت بھی پیدا کرتی ہے اور سلطنت سے بھی عظیم تر چیز پیدا کرتی ہے اور وہ سیرت خود خدا کو پسند ہے جس کے انعام میں وہ ساری دنیا بھی عطا کر دے اور ہفت اقلیم کی سلطنت بھی عطا فرما دے۔ اور عطا بھی فرمائی ہے۔ کبھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو کبھی اپنے کسی اور محبوب بندے کو۔

ترجمہ۔ میرا چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، مرنا جینا۔ سب تیرے لئے ہو اور الفاظ قرآنی میں وہ کہا جا سکے جس کی نبی کو تعلیم دی گئی ہے۔

ترجمہ۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔ (الانعام ۱۶۲)

مسلمان کی زندگی شریعت کے سانچہ میں قرآن و حدیث کے سانچہ میں سیرت نبوی کے سانچہ میں ڈھل کر نکلے۔ نہ اپنی خواہش سے جانا نہ اپنی خواہش سے آنا نہ اپنی خواہش سے اٹھنا، نہ اپنی خواہش سے بیٹھنا، نہ اپنی خواہش سے حکم چلانا، نہ اپنی خواہش سے حکم ماننا اور نہ اپنی خواہش سے کسی کو زیر کرنا اور نہ اپنی خواہش سے کسی کے سامنے زیر ہونا۔

یہ ہے اَدخِلنِی مُدخَلَ صِدقٍ وَّاَخرِجنِی مُخرَجَ صِدقٍ ہر کام کے لئے شریعت کی

دالیں چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کیا چاہتا ہے۔ اس وقت کا فرمان کیا ہے، اس وقت کا حکم کیا ہے؟ اس وقت خدا کا حکم ہے کہ جھک جائیں، اس وقت خدا کا حکم ہے کہ ہم رک جائیں۔ حالیؔ نے صحابہ کرامؓ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے ؎

بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی
شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

حضرات! مجھے ایک تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے پرانی یادیں ستائیں اور میرے دل میں چٹکی لیں۔ یہ الگ بات ہے۔ لیکن قرآن ازلی و ابدی کتاب ہے اور وہ خدا کا فیصلہ ناطق ہے۔ اصل چیز ہے انسان کی سیرت بنانا، یعنی نفس کی خواہش اپنے ذاتی مفادات اور قیمتی تقاضوں کو شریعت کے سامنے جھکا دینا اور اس کے تابع بنا دینا۔ یہ جھوٹی عزت، یہ ناموری، یہ شہرت، ہم چشموں میں عزت کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اصل چیز ہے امر الٰہی! اور امر الٰہی کیا ہے؟ اس کو تلاش کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہماری کیسی زندگی چاہتا ہے اور اس وقت اسلام کی مصلحت کا تقاضا کیا ہے؟ معیار اور کسوٹی یہ ہے کہ یہاں کیا ملے گا؟ ساری جدوجہد، سیاسی جدوجہد سے لے کر معاشی جدوجہد تک اسی مرکز کے گرد گھومے وہ کیا ہے؟ کہ یہاں اس سے کیا ملے گا؟

آج عالم دنیا میں مسلمان ہیں کون سا ملک ہے جہاں آپ کے ملک کے لوگ موجود نہیں؟ لیکن کس کے لئے ہیں، بس یہی مسئلہ ہے۔ دعوت پھیلانے کے لئے نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ انسانیت پر رحم کھا کر انگلستان، کینیڈا، امریکہ، خود عرب ملکوں کی خطرناک صورت حال دیکھ کر وہ بے چین ہو کر اپنے گھروں سے نکلے ہوں یہ اَخرِجنی مخرجَ صِدقٍ نہیں ہے اور وہاں جو گئے تو یہ ادخلنی مدخل صدقٍ نہیں ہے معاشی مصلحت کے مفاد نے ان کو نکالا، معاشی مفاد نے ان کو وہاں داخل کیا، معاشی و ذاتی و خاندانی مفاد نے ان کو وہاں رکھا۔ جب اس کا تقاضا ہو گا کہ مکہ کے بجائے نیویارک چلے جائیں تو وہ چلے جائیں گے۔ آپ جب چاہیں امتحان لے کر دیکھ لیجئے۔ اور جب اس کا تقاضا ہو گا کہ مکہ چلے آئیں تو وہاں چلے آئیں گے۔ اس لئے نہیں کہ وہاں حرم ہے بلکہ اس لئے کہ معاشی مسئلہ کا تعلق وہاں سے ہے یہ نہ

مُدخَلَ صدقٍ پر عمل کر رہے ہیں اور نہ مخرج صدق پر چل رہے ہیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اپنے نبیؐ کو تعلیم دی جا رہی ہے اور آپؐ کے ذریعہ آپ کے طفیل میں امت کو تعلیم دی جا رہی ہے ہم دعا کریں "رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ" ہمارا جینا مرنا ہمارا کسی سے خوش ہونا کسی سے ناراض ہونا ہمارا ٹوٹنا اور جڑنا، ہمارا بگڑنا اور بننا یہ سب خدا کے حکم اور امر الٰہی کے تابع ہو، پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کیا عطا کرتا ہے؟ شکوہ اس سیرت کے بدل جانے کا ہے کہ شریعت ہماری امام نہ رہی، شریعت ہمارا فیصلہ کرنے والی طاقت نہ رہی جو ہمارے مسائل میں ایک حکم کی حیثیت رکھے۔ ہم نے شریعت کو حاکم نہیں بنایا ہم نے اپنی خواہشات کو اپنے مفادات کا حکم بنایا۔ بس اس وقت اصل انقلاب جو مسلمانوں کے لئے ضروری ہے وہ ہے سیرت کا اختیار کرنا کہ ہماری زندگی اللہ اور اس کے رسولؐ کے منشاء کے مطابق بن جائے وہ ہم سے جو کرائے وہ ہم کریں وہ جو چھڑائے وہ ہم چھوڑیں۔

آج امتحان لے لیجئے۔ ہم سب مسلمان کہلاتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ میں ہرگز اس کا انکار نہیں کرتا۔ اور نہ اس کی اہمیت کم کرتا ہوں لیکن اس کے بعد ہماری سیرت کیا ہے؟ جس میں فائدہ دیکھا اس کو کیا سیاسی جدوجہد کو لے لیجئے کہ ہمارے سامنے اسمبلیوں اور پارلیمنٹوں کی ممبریاں ہیں۔ اس کے بعد کمیٹیاں ہیں۔ اس کے بعد کمیشن ہیں اور اس کے بعد کے فوائد ہیں۔ عزتیں ہیں سرخ روئی ہیں۔ اور دوسرے میدانوں میں دیکھ لیجئے۔ شادی بیاہ ہے بس اس میں جو کچھ ہو رہا ہے غلط ہو کہ صحیح، اس کا مقصد یہ ہے کہ برادری میں تعریف ہو، نام روشن ہو۔ دھوم مچے کہ فلاں کی شادی اس طرح سے ہوئی۔ فلاں کام اس دھوم دھڑکے سے ہو۔ یہ تو اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ نہیں ہے مسلمان کو پہلے یہ پوچھنا چاہئے کہ شریعت کا حکم کیا ہے یہ ہمارے لئے جائز ہے کہ نہیں؟

صحابہ کرامؓ نے تو یہی کیا کہ شراب جیسی چیز .... اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم سب کو محفوظ رکھا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ ع

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

امریکہ میں پریذیڈنٹ ہوور (HOOWER) کے زمانہ میں اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی کہ امریکہ سے شراب چھوٹ جائے۔ دیکھ لیجئے اس کی تمام تر تفصیلات کہ اس کے لئے کیا کیا ذرائع استعمال کئے

گئے۔ اس کے لئے جان تک کی بازی لگا دی۔ پروپیگنڈہ کیا، ترغیبات دیں۔ اس کے نقصانات بیان کئے گئے۔ تاریخ کی شہادت موجود ہے کہ بجائے کم ہونے کے مزید لت پڑ گئی۔ اور ضد ہو گئی کہ شراب نہیں چھوٹ سکتی۔ آخر میں صدر اور حکومت کو ہار ماننی پڑی۔ انہوں نے ہار نہیں مانی۔ اس کے مقابلہ میں بدر پہ بیٹھ کر اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہتا ہے۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ شراب اور جوا، اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں۔ سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ (المائدہ ۹۰)

یہ کہنا تھا کہ ادھر سے آواز آئی " اِنْتَھَیْنَا اِنْتَھَیْنَا "، لوگوں کا بیان ہے کہ ہونٹوں پر جتنی شراب گئی، اس سے آگے نہ بڑھنے پائی۔ ایک قطرہ بھی نہیں گیا۔ اسی وقت انڈیل دی۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ مدینہ کی گلیوں اور نالیوں میں شراب اس طرح بہہ رہی تھی جیسے پانی بہتا ہے۔ اب اس کے بعد دیکھئے کہ شراب پینے کے کتنے واقعات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیش آئے جب کہ تمدن بھی آ گیا تھا اور روم و ایران اور شام کی دولت کے خزانے امنڈ آئے تھے۔

اس وقت جس چیز کی کمی ہے اور جو چیز فیصلہ کن اور انقلاب انگیز ہے وہ ہے اسلامی سیرت کا اختیار کرنا اور اگر ایسا اجتماعی طور پہ ہو تو کیا کہنے ہیں۔ آپ سب لوگ الحمدللہ یہاں موجود ہیں ہم میں سے ہر ایک شخص یہ طے کرے کہ شریعت کو مقدم رکھنا ہے حکم الٰہی اور حکم شرعی پوچھنا ہے۔ کوئی بھی کام ہو۔ سیاسی انتخابات و الیکشن سے لے کر شادی بیاہ، ختنہ، عقیقہ، مکان کی تعمیر، جائیداد کی تقسیم اور کھانے پینے تک یہ دیکھنا ہے کہ شریعت کی اجازت ہے کہ نہیں اور شریعت کا کیا حکم ہے۔ اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو تمام کوششیں حاصل، آپ کا یہاں آنا حاصل اور میرا یہاں آنا اور کچھ کہنا حاصل ورنہ ع

نشستند و گفتند و برخاستند

یہ یوں سے ہو رہا ہے نہ ہمیں کہنے سے فرصت ملتی ہے اور نہ آپ کے سننے کی عادت جاتی ہے۔ اس کا کچھ حاصل ہونا چاہئے۔ جو نمازی نہیں ہے وہ اب اس نماز سے جو ظہر کے وقت آنے والی ہے مرتے مر جائے عہد کرے کہ نمازیں نہیں چھوڑیں گے۔ اگر خدانخواستہ آپ کسی ناجائز چیز کے عادی ہیں تو یہیں توبہ کیجئے کہ اب اسے ہاتھ نہیں لگانا۔ مسلمان سیاسی طور پر لٹتے بیچھے ہیں۔ ہر جگہ اسی بات کا رونا ہے

سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔ جان لبوں پر آگئی.... بس ہو چکا.... کم سے کم اپنے شعور کے وقت سے سن رہا ہوں۔ کوئی مجلس کوئی جلسہ اس سے خالی نہیں۔ ضرورت ہے ہم اپنی سیرت بدلیں اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔ رب اللہ اپنے محبوب رسول سے یہ کہے اور اس کو تلقین کرے اور یہ وظیفہ بتلائے کہ تم یہ دعا کرو کہ۔ ربِّ ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرجَ صدقٍ تو ہم کس شمار قطار میں ہیں قانون تو آدمی نہیں بدلتا اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اور قانون یہ ہے کہ پہلے تم بدلو۔

یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفو بعھدی اوف بعھدکم

ترجمہ۔ اے بنی اسرائیل! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔ (البقرہ ۴۰)

اے بنی اسرائیل! (جو اس وقت کی معزز و مکرم قوم تھی) اللہ کے احسان کو یاد کرو۔ میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ ترتیب یہ ہے کہ اللہ میاں اپنا عہد پورا کر دیں۔ باقی پھر دیکھا جائے گا۔ اور اللہ میاں علیم و خبیر ہے۔ دل کے حالات جاننے والا ہے پہلے سے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے۔ سارا شکوہ خدا سے ہے۔

ارے صاحب یہ امت مرحوم، یہ اشرف الامم کس طرح ذلیل کیسی خوار ہے ہر جگہ پٹ رہی ہے اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ آپ اپنی زندگی میں کونسی تبدیلی لائے۔ اتنے دنوں سے وعظ ہو رہے ہیں تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ نہ شادی بیاہ کے رسم و رواج میں کوئی فرق ہے اور نہ مسلمانوں کے اسراف میں کوئی فرق ہے۔ اسی شہر میں کسی جگہ سے گذر رہا تھا۔ وہ روشنی دیکھی۔ خطرہ ہوا کہ شاید یہ گھر کسی مسلمان کا ہو۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام روشنی یہیں آگئی ہے۔ کسی بات میں فرق آنے کو تیار نہیں۔ بیس برس پہلے جو طرز زندگی تھا وہی آج ہے جو نماز کے پابند نہیں۔ وہ نماز کے پابند نہیں۔ جو پینے پلانے کا عادی تھا وہ پینے پلانے کا عادی ہے جو مال میں حقوق العباد میں۔ معاملات میں دیانتداری کو ضروری نہیں سمجھتا۔ وہ اب بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ جو ہاتھ لگ جائے وہ اپنا مال، یہی ہندوستان کا ملک ہے۔ اگر آپ میں صداقت آجائے انصاف آجائے۔ آپ میں خلوص آجائے، آپ میں ہمدردی آجائے۔

انسانی جان و مال کا پورا احترام اور ملک کو بچانے کے لئے پوری فکر پیدا ہو جائے تو کوئی زبردستی

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۳۲)

صحبتے با اہل حق

جلد ۲

افادات

محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے اُن ارشادات وملفوظات کا مجموعہ
جن میں عصر حاضر کے ذوق ومزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام
ایمان ویقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات وتمثیلات
کے پیرائے میں تصوف اسلامی کا عطر اور علوم ومعارف کا لب لباب آگیا ہے

پیش لفظ : مولانا سمیع الحق مدیر الحق

ضبط وترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

مؤتمر المصنفین

دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور

عمدہ طباعت مضبوط جلد بندی صفحات ۴۰۸ قیمت ۶۵ روپے

اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عُزیر گُل

تحریک آزادی ہند المعروف بہ "تحریک ریشمی رومال" کے عظیم رہنما

(قسط ۳)

تحریک ریشمی رومال ایک نادر تاریخی عجوبہ

سی آئی ڈی کی رپورٹ آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ دشمن کو بھی اعتراف تھا حضرت مولانا عزیر گلؒ کی صلاحیتوں اور انقلابی کردار کا انہوں نے "آتشیں مزاج" "مولانا محمود حسن کا پکا مرید" اہم سازشی، ہجرت کا خواہشمند شیخ الہندؒ کو ہجرت و جہاد پر اکسانے والا آزاد علاقوں کا سفیر، جنود ربانیہ کا کرنل، جیسے صفات و القاب سے تذکرہ کیا ہے۔

صرف مولانا عزیر گلؒ ہی نہیں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور ان کے پیر ومرشد اور شیخ ومربی مولانا محمود حسنؒ جو تحریک ریشمی رومال کے بانی اس عظیم جہاد کے منبع و منشا اور داعی و محرک تھے۔ ان کے مساعی، ان کی منصوبہ بندی، ان کے اہداف بے سروسامانی کی حالت میں ان کے عزائم اور استقامت وعزیمت اور پھر تحریک کے دور رس نتائج اور ثمرات ایک نادر تاریخی عجوبہ ہے۔ صرف نتیجہ کے لحاظ سے نہیں، بلکہ دور رس اثرات دینی تعصب و ثمرات بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اس کے بانی اور اصل قائدین علماء و صلحاء مشائخ اور ایسے زعماء تھے جن کو نہ تو عظمت و جاہ کا شوق تھا نہ اقتدار کی ہوس، یہ عظیم مجاہد اور اپنے سے ہزار چند بڑھ کر عظیم قوت کو چیلنج کرنے والے جن کی جولانگاہ مدرسہ و خانقاہ، مطالعہ کتاب، تدبر فی القرآن، تدریس حدیث، ترویج علم و فقہ یا پھر مسجد میں عبادت و ریاضت تھی۔ جن کے کارکن اور رفقاء کار مسجد و مدرسہ کے طلباء شکستہ حال فقراء و مساکین، مولوی یا عربی پڑھنے والے بے سہارا، تہی دست طلباء دین تھے۔

پھر ان سب کے سالار قافلہ شیخ الہندؒ جنہیں جدید دور کی سیاسی چالیں، پولیٹیکل تکنیک اور

کسی بیرونی طاقت کی معاونت اور جھوٹے پروپیگنڈے نے نہیں بلکہ زہد و تقویٰ، پاکیزگی باطن ترکِ دنیا، درویشانہ خصلتوں اور فقیرانہ عجز و نیاز نے انہیں علماء ہند کا سرتاج، مشائخ طریقت کا مرشدِ اعظم اور قطب الاقطاب بنا دیا تھا۔ پھر دنیا نے دیکھا تاریخ کے اوراق نے محفوظ کیا۔ اور اب دنیا ان کے بے باک کردار اور سیاسی بصیرت کے اثرات دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ کہ یہ کیا بات تھی؟ کیا کرشمہ تھا؟ کہ دارالحدیث اور دارالتفسیر کی طرف اٹھنے والے ان کے پُرعزم قدم جب "انقلاب" اور جہاد کے پرشور و پرخطر میدان کی طرف اٹھے تو اتنی چستی، عزیمت اور بصیرت سے اٹھے کہ قائدین سیاست ابھی بیدار بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ مسافت کا بڑا حصہ طے کر چکے تھے

تحریک ریشمی رومال کی وجہ تسمیہ اور ایک جائزہ

"تحریک ریشمی رومال" ایک جامع منصوبہ بندی اور انقلابی پروگرام تھا کہ برٹش سامراج کے خلاف ملک بھر میں عام بغاوت کرائی جائے اور ملک کو فرنگی استبداد سے آزاد کرانے کے لئے شمال مغربی سرحد سے قبائل اور ترکی کی فوج سے حملہ کرایا جائے۔ ترکی فوج کے حملہ آور ہونے کے لئے راستہ میں افغانستان کی حکومت کو بھی ہموار کرنا تھا۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ۱۹۰۵ء میں دس جامع منصوبے بنائے گئے۔ جن کی تکمیل ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ منصوبے یہ تھے۔ ہندو مسلم مکمل اتحاد، علماء فکر قدیم و جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اشتراک فکر و عمل، اقوام عالم سے اخلاقی مدد کا حصول، جنگی نقشوں کی تیاری، انقلاب کے بعد عبوری حکومت کے خاکے کی ترتیب، بغاوت کے خفیہ مرکزوں کا قیام۔ بیرون ملک امدادی مراکز کا تعین، ترکی کی حمایت کے لئے دوسرے ملکوں کا رابطہ۔ باہر سے حملے کے لئے راستوں کی نشاندہی۔ بیک وقت بغاوت اور حملے کے لئے تاریخ کا تعین۔

تحریک کے عملی قائد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تھے۔ مگر اس کے قیام اور منصوبہ بندی میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی، مسٹر گاندھی۔ ڈاکٹر انصاری۔ موتی لال نہرو۔ لاجپت رائے۔ راجہ مہندر پرتاپ۔ راجندر پرشاد کے آراء اور مولانا سید حسین احمد مدنی۔ مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا عزیر گل کی رفاقت و معاونت اور سفارت بھی شریک کار رہی۔

منصوبے کے تحت انقلاب کے بعد قائم ہونے والی عبوری حکومت کے خاکے میں ایک ہندو اور ایک

مسلمان پر مشتمل ایک اعلیٰ اختیارات کی کونسل میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا نام درج ہے۔ اور فوج کے کمانڈر انچیف کا عہدہ بھی انہیں دے دیا گیا تھا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو بیرونی حملے کے لئے راستوں اور محاذوں کی تفصیلی نشاندہی، حملہ آور فوج کے لئے رسد رسانی، ہیڈ کوارٹر سے رابطہ اور انقلابی رضا کاروں سے رابطے کے لئے پیغام رسانی اور فوج کی نقل و حرکت کے لئے سہولت فراہم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی اور مجاہد آزادی مولانا عزیر گل کو اپنے شیخ کی رفاقت وخدمت اور مشاورت وسفارت کی خدمت سونپی گئی۔

نیز مولانا عزیر گل تحریک کی تکمیل کے سلسلہ میں شمال مغربی سرحدی قبائل اور یاغستان کے علماء اور عامۃ المسلمین کو اس بغاوت اور انقلاب کی تحریک میں شریک کرنے کی مہم بھی سرانجام دیتے رہے اور کامیاب بھی رہے۔

بہرحال تقریباً ۹ سال کی مدت میں تحریک کے ۹ منصوبے مکمل ہو چکے تھے۔ دسویں منصوبے کا مقصد حملے اور بغاوت کی تاریخ مقرر کرنا تھا۔ اسی مقصد کے لئے ۱۹۱۴ء میں دیوبند میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ بیرونی حملہ اور اندرونی بغاوت ۱۹ر فروری ۱۹۱۷ء کو ہو۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اس مشن کی تکمیل کے لئے مجلس شوریٰ کا ایک وثیقہ لے کر غازی انور پاشا سے بالمشافہ مجوزہ تاریخ کی منظوری لینے کے مشن پر روانہ ہوگئے۔ جہاں انہوں نے تحریک اور حکومت کے مابین نیز حکومت ترکی اور حکومت افغانستان کے درمیان تحریری معاہدے کرانے تھے۔ دوسرے معاہدے کے تحت انہیں انور پاشا کی تحریر لے کر افغانستان جانا تھا اور اس پر حبیب اللہ خان سے دستخط لے کر واپس انور پاشا کو پہنچانا تھا۔

شیخ الہندؒ اپنی جائیداد شرعی قانونِ وراثت کے مطابق تقسیم کر دی اور حج کا ارادہ ظاہر کر کے روانہ ہو گئے۔ شیخ الہندؒ کی مدینہ منورہ میں انور پاشا سے ملاقات ہوئی تو حملے اور بغاوت کی منظوری مل گئی۔ انور پاشا نے معاہدے پر دستخط ثبت کر دئے۔

شیخ الہندؒ نے افغانستان ترکی معاہدے کے کاغذات مولانا ہادی حسن کے حوالے کر کے افغانستان پہنچانے کا اہتمام کیا۔

اس دستاویز کو بھجوانے میں شیخ الہندؒ نے غیر معمولی حسنِ تدبیر سے کام لیا۔ خاص طور سے لکڑی کا

ایک صندوق بنوایا۔ اس کے تختوں کے درمیان اسے اس طرح چھپایا کہ نظر نہ آتا تھا۔ ساتھ ہی ممبئی کے ایک رکن کو پیغام بھجوایا کہ وہ عرشتہ جہاز پر ہی مولانا ہادی حسن سے صندوق لے لیں اور اسے فلاں پتے پر پارسل کر دیں۔ جوں ہی جہاز ممبئی کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا وہ رکن عرشہ جہاز پر پہنچ گئے۔ اور اسے قلیوں سے اٹھوا کر باہر لے گئے۔ اسی وقت اسے مظفر نگر میں حاجی محمد نبی کے پتے پر پارسل کروا دیا۔ سی آئی ڈی نے مولانا ہادی حسن کی تلاشی لی اور انہیں مشتبہ قرار دے کر نینی تال بھجوا دیا جہاں انہیں حوالات میں بند کر دیا گیا۔

حاجی محمد نبی کو شیخ الہندؒ نے ساری بات کہلوا بھیجی تھی۔ انہوں نے معاہدے کو اپنے پاس رکھا کچھ عرصہ بعد مولانا ہادی حسن رہا ہو کر آئے۔ انہوں نے حلیہ بدل کر اپنا نام ظفر احمد رکھا۔ اور معاہدے کو افغانستان پہنچا دیا۔ حبیب اللہ خان نے اپنے دونوں بیٹوں امان اللہ خان اور نصر اللہ خان اور سول فوجی افسروں اور قبائلی سرداروں کو آتش زیر پا دیکھا تو طوعاً و کرہاً اس کی منظوری دے دی۔

مولانا عبید اللہ سندھی اور نصر اللہ خان نے ایک ماہر کاریگر سے معاہدے کی ساری عبارت جو عربی زبان میں تھی ایک ریشمی رومال پر کڑھوالی۔ اس میں حبیب اللہ خان اور اس کے تینوں بیٹوں کے دستخط بھی آ گئے۔ رومال کا رنگ زرد تھا اس کی لمبائی چوڑائی ایک مربع گز تھی۔ اس پر زرد رنگ سے چاروں کے دستخط دوبارہ کروائے گئے۔ اس کے بعد رومال پشاور بھجوایا گیا۔ یہ فرض شیخ عبدالحق نے انجام دیا جو بنارس کے نومسلم گریجویٹ تھے۔ اور افغانستان، ہندوستان کے درمیان کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اسی تجارت کی آڑ میں پیغام رسانی کرتے تھے۔ انہوں نے اسی قسم کے پانچ رومال لئے اور ریشمی رومال کو ان میں ملا دیا۔

پروگرام یہ تھا کہ رومال حیدر آباد میں شیخ عبدالرحیم کو پہنچایا جائے گا جو اسے لے کر حج کو جائیں گے اور شیخ الہندؒ کے حوالے کریں گے۔ موصوف اسے انور پاشا کو لے جا کر دیں گے۔ اور پروگرام کے مطابق ترکی، افغانستان کے راستے ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء کو ہندوستان پر حملہ کر دے گا۔

شیخ عبدالحق نے یہ امانت پشاور میں حق نواز خاں کو رات نو بجے پہنچائی۔ انہوں نے اسے صبح چار بجے ایک خاص آدمی کے ہاتھ بہاول پور کے مقام دین پور میں سجادہ نشین خواجہ غلام محمد کو بھجوا دیا۔

نماز صبح سے پہلے فوج نے حق نواز خاں کے گھر پر چھاپہ مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ ان کی رہائی ایک

ماہ بعد ہوئی۔ خواجہ غلام محمد کو دوسرے دن صبح دس بجے ملا۔ انہوں نے اسی وقت ایک آدمی کے ہاتھ حیدرآباد چلتا کیا۔ ان کے گھر پر بھی فوج نے رات کے چار بجے چھاپہ مارا اور انہیں گرفتار کرلیا۔ چار ماہ تک قید رہے۔

ریشمی رومال دوسرے دن دوپہر کو حیدرآباد میں شیخ عبدالرحیم کو ملا۔ اور عشا کے وقت جب کہ وہ اسے گدڑی میں سی رہے تھے، فوج کے ہتھے چڑھ گیا۔

اس دستاویز کے ہاتھ آجانے سے انگریزوں کو مجاہدین اور حکومت ترکی کے تفصیلی عزائم کا ثبوت مل گیا۔ انہوں نے داخلی طور پر یہ فوری قدم اٹھایا کہ ہر اس مقام پر فوج بھیجدی جہاں بغاوت کا خطرہ تھا اور شمال مغربی سرحد پر فوج دگنی کردی۔ اس کے ساتھ ہی ملک بھر میں انقلابیوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔ جس شخص پر بھی ذرا شبہ گذرا اسے گرفتار کرلیا۔ گرفتار شدگان پر طرح طرح کی سختیاں کیں دو چار کے سوا سب ہی ثابت قدم رہے۔ تاہم تحریک دفن ہوگئی۔

گرفتاری اور اسارت مالٹا کی چند تاریخی شہادتیں

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کے رفقاء کو مکہ معظمہ میں گرفتار کرلیا گیا اور ان پر مصر کی فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ پھر جنگی قیدی بنا کر مالٹا بھیج دیا گیا۔ ذیل میں مکہ معظمہ میں گرفتاری اور اسارت مالٹا کے ایام کی چند تاریخی شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

بالآخر مولانا محمود حسنؒ کے رفقاء کے سفر کا وقت آگیا۔ مولانا ہر ایک کی وطنی ضرورتوں اور ملازمت اور قرابت کے علائق سے بخوبی واقف تھے سبھوں کو حکم دیا کہ تم لوگ حج و زیارت سے فارغ ہوچکے ہو۔ وطن کو واپس چلے جاؤ۔ میں یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جملہ رفقاء بجز مولانا عزیر گل صاحب، مولوی ہادی حسن صاحب و وحید احمد صاحب روانہ ہوگئے۔

صبح کو شیخ المطوفین احمد شیحی مولانا کے پاس مکان پر پہنچا۔ اس وقت حضرت مولاناؒ کے پاس مولوی عزیر گل صاحب اور دوسرے رفقاء تھے۔ کاتب الحروف نہ تھا اس نے کہا کہ تمہاری گورنمنٹ جس کی تم رعایا ہو تم کو طلب کرتی ہے۔

مولوی عزیر گل صاحب سے اس کی کچھ زیادہ گفتگو ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم یہاں کسی کافر گورنمنٹ

کو نہیں پہچانتے ہم حرم خداوندی میں امان لئے پڑے ہیں۔ اگر شریف ہم کو یہاں سے نکالتے ہیں تو ہم خوشی سے نہ جائیں گے۔ جب تک کہ تم ڈنڈے کے زور سے نہ نکالو۔ وہ کچھ پیچ وتاب کھا کر جواب دے رہا تھا اتنے میں پہنچ گیا۔ الخ (اسیر مالٹا صد ۳۷)

مکہ معظمہ میں گرفتاری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اس کے بعد پولیس نے مولانا کو تلاش کیا چونکہ مکان پر موجود نہ تھے اس لئے مولوی عزیر گل صاحب اور حکیم نصرت حسین صاحب کو پکڑلیا۔ اور کہا کہ جہاں سے ممکن ہو مولانا کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ انہوں نے میری نسبت دریافت فرمایا تو یہ جواب ملا کہ وہ تو قید خانہ میں ہے۔ ان دونوں خدام نے مولانا کے بارے میں لاعلمی بیان کی۔ باوجود سخت تقاضے اور دھمکی موت کے ان خدام نے کچھ پتہ نہیں دیا۔ بالآخر یہ دونوں اسی مکان میں حضرت کی آمد تک مقید رکھے گئے اور شریف کے نوکر جا کر حضرت کی تلاش میں رہے۔ (اسیر مالٹا صد ۴۰)

جب شام کا وقت ہو گیا اور مولانا باوجود تفتیش کثیر ہاتھ نہ لگے تو پھر شریف کو خبر دی گئی کہ مولانا تو ہاتھ نہیں آئے خدا جانے کہاں ہیں۔ شریف نے حکم دیا کہ اگر عشاء تک مولانا موجود نہ ہوئے تو دونوں ساتھیوں کو گولی سے مار دو۔ اور مطوّف کو سو کوڑے لگاؤ اور مطوفیت چھین لو۔ اس خبر کی وجہ سے مطوّف صاحب کو نہایت پریشانی ہوئی۔ اور مولانا کو بھی خبر پہنچی۔ مولانا نے فرمایا کہ میں کسی طرح گوارا نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی آزار پہنچایا جائے جو کچھ ہو گا میں اپنے سر پر جھیلوں گا۔ اور نکلنے کے لئے تیار ہوئے الخ (صد ۴۱)

مصر کے قید خانہ کے حالات تحریر فرما کر لکھتے ہیں :۔

حقیقت میں مولانا مرحوم کو اپنی جان کا کوئی فکر نہ تھا۔ جیسا کہ ان کے کلام سے معلوم ہوا۔ فقط ان کو دو فکر تھے۔ ایک یہ کہ میری وجہ سے یہ چند رفقا بھی اذیت اور تکالیف میں پڑے۔ خدا جانے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے (اسیر مالٹا صد ۵۲)

فرمایا کہ مجھ کو برابر یہ خیال دامنگیر رہا کہ میری وجہ سے تم سب پکڑے گئے۔ اور پھر اس خیال نے کہ غالباً سبھوں کو سزائے موت دی جائے گی۔ اور بھی بے چین کر دیا تھا میرا کچھ نہیں تھا میں اپنی طبعی عمر سے تجاوز کر چکا ہوں مگر تم سب کی طرف سے بہت بڑا خیال تھا اور ہے کہ تم سب نوعمر میری وجہ سے گرفتار ہوئے۔ خدام نے عرض کیا کہ یہ سب خدا کے راستہ میں واقع ہوا ہے پھر کیا فکر ہے۔ (اسیر مالٹا صد ۵۳)

ہم قسمیہ کہہ سکتے ہیں کہ باوجودیکہ ہم نئے پھنسے ہوئے تھے کبھی ایسے احوال ہم پر گذرے نہ تھے۔ نوعمر تھے اپنے جملہ عزیزو اقارب سے جدا تھے بالکل پردیس میں تھے نہ کوئی مونس تھا نہ غم گسار، نہ واقف نہ رازدار مگر نہ کسی چھوٹے کو نہ بڑے کو کوئی اضطراب کوئی قلق کوئی بے چینی نہ تھی۔ رونا دھونا، جزع فزع کرنا جیسے کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے یہ تو درکنار دل میں بھی ذرا سی گھبراہٹ نہ تھی۔ نہ گھر کے اعزہ واقارب کی یاد بے چین کرتی تھی۔ حالانکہ عام طور سے ہم سب کو یقین یا ظن غالب پھانسی کا تھا۔ مولوی عزیر گل صاحب تو اپنی کوٹھڑی میں رہ رہ کر اپنی گردن اور گلے کو پھانسی کے لئے ناپتے اور دباتے تھے تاکہ ذرا عادت ہو جائے اور پھانسی کے وقت یک بارگی تکلیف نہ پیش آئے۔ اور تجربہ کرتے تھے کہ دیکھوں کس قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر سب کے دل نہایت مطمئن تھے۔ (اسیر مالٹا ص ۵۵)

تمام رفقاء سے جو سوالات بلاکر علیحدہ علیحدہ پوچھے گئے تھے ان کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

مولوی عزیر گل صاحب سے حدود کے واقعات، قبائل کے احوال۔ سید احمد شہید مرحوم و مغفور کے قافلہ کی خبریں۔ حاجی صاحب اس زمانہ میں انگریزی علاقہ سے اپنے اہل و عیال کو لے کر یاغستان میں چلے گئے تھے۔ اور وہاں جاکر مشہور ہوا تھا کہ انہوں نے جہاد قائم کیا ہے۔ مولوی سیف الرحمن صاحب۔ مولوی عبد اللہ صاحب۔ مولوی محمد میاں صاحب وغیرہ وغیرہ حضرات کے متعلق زمین و آسمان کی واہی تباہی باتیں پوچھیں۔ جن کا نہ سر تھا نہ پیر۔ مگر مولوی صاحب نے نہایت استقلال سے اپنے پٹھانی (ولایتی) اکھڑ پنے سے سب کا جواب دیا۔ اور بہت ہی متین جواب دیا۔ ص ۵

حضرت مدنیؒ مالٹا کی اسارت کے دوران رفقاء کی مشغولیتوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

مولوی عزیر گل صاحب مختلف اوقات میں اعمال سلوک تعلیم کردہ حضرت مولانا مرحوم میں مشغول رہتے تھے۔ اور پھر کچھ وقت قرآن شریف کے یاد کرنے میں بھی صرف کرتے تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت ان پر بہت زیادہ تھی اور بہت بے تکلفی سے ان سے رہتے تھے۔ جو بے تکلفی ان سے برتتے رہے وہ اور کسی کے ساتھ عمل میں نہیں آئی۔ (جاری ہے)
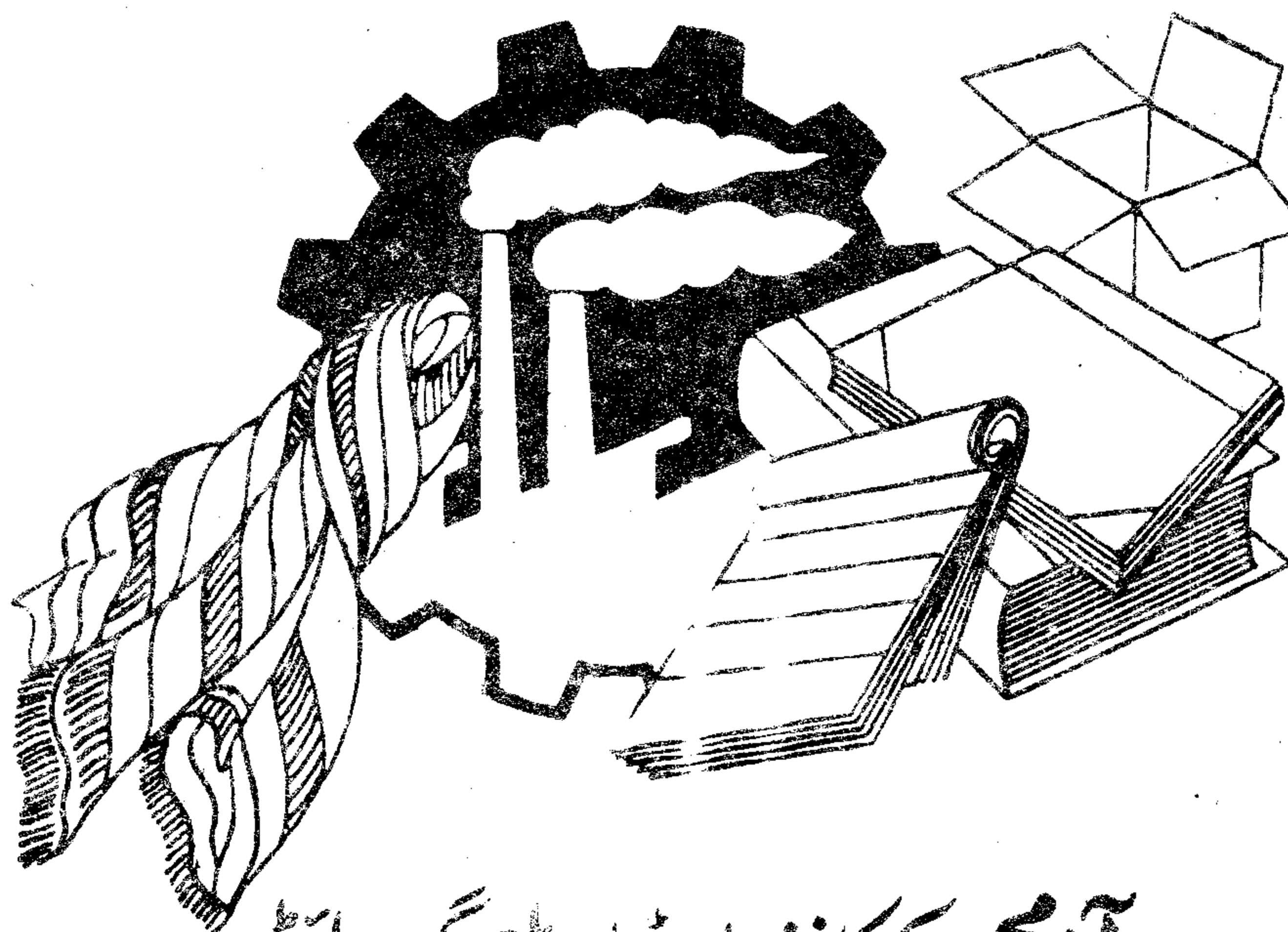
جناب ڈاکٹر یوسف قرضاوی / شیخ عبدالقادر عماری
جناب ڈاکٹر علی سالوس / شیخ محمد متولی شعراوی

اعضا کی پیوند کاری

بعض عرب علماء کے خیالات

جدید مسائل میں اعضار کی پیوند کاری ایک اہم مسئلہ ہے اس کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علمار کی رائیں مختلف ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں عالم عرب کے چار اصحاب علم ڈاکٹر یوسف القرضاوی شیخ عبدالقادر عماری۔ ڈاکٹر علی سالوس اور شیخ محمد متولی شعراوی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس میں زیادہ تر رائیں جواز کے حق میں ہیں دوسرے نقطہ نظر کے لئے بھی صفحات حاضر ہیں
(ادارہ)

کیا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے جسم کا کوئی عضو کسی دوسرے کو دیدے اگر جواب اس کے جواز میں ہے تو کیا یہ جواز مطلق ہے یا اس کی کچھ شرطیں ہیں۔ اگر ہیں تو کیا ہیں؟ اگر عضو کا عطیہ دیا جا سکتا ہے تو کس کو؟ صرف قریبی رشتہ دار کو یا صرف مسلمان کو یا کسی بھی انسان کو؟ اسی طرح جب انسانی عضو کا عطیہ جائز ہے تو کیا اس کی بیع بھی جائز ہے؟ موت کے بعد کسی عضو کا عطیہ جائز ہے یا یہ میت کی حرمت کے منافی ہے؟ کیا کسی انسان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی موت کے بعد اپنے اعضار کے استعمال کا حق دے دے یا یہ حق اس کے صرف اقربا کو پہنچتا ہے؟ کیا یہ اختیار حکومت کو بھی ہے کہ وہ دوسرے اشخاص کو بچانے کے لئے حادثات سے دوچار اشخاص کے بعض اعضا کو لے لے۔ کیا مسلمان کے جسم میں کسی غیر مسلم کا عضو جوڑا جا سکتا ہے کیا مسلمان کے جسم میں ایسے جانور کا عضو جوڑا جا سکتا ہے جس کا نجس ہونا واضح ہے مثلاً سور وغیرہ

یہ ہیں وہ سوالات جو اس مسئلہ کے ذیل میں پیدا ہوتے ہیں ان کے جوابات بعض علما نے یہ دئے ہیں۔

کیا عضو کا عطیہ جائز ہے؟ ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ مسلمان اپنے جسم کے بعض اعضار یا کسی حصہ کو اپنی زندگی میں کسی ایسے شخص کو عطیہ کر سکتا ہے جو شرعی تکلیف و مضرت میں مبتلا ہو۔ لیکن یہ جواز مطلق نہیں بلکہ مقید ہے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی ایسے عضو کا عطیہ

دے جس سے خود اس کو نقصان پہنچے یا کسی کی حق تلفی ہو۔

شیخ احمد بن حجر اس بات کے قائل ہیں کہ کسی مریض کو موت کے پنجے سے نجات دلانے کے لئے میت کے جسم سے ایک یا ایک سے زائد عضو نکال کر مریض کے جسم کی پیوند کاری کی جا سکتی ہے۔ وہ اسے میت کی بے حرمتی نہیں سمجھتے کیونکہ میت کے ضرر اور اس کی بے حرمتی کے مقابلہ میں کسی مریض کو موت سے بچانا زیادہ اہم ہے لیکن کسی زندہ شخص سے دوسرے زندہ شخص میں ایسے اعضا کا منتقل کرنا جائز نہیں جن پر اس کی زندگی کا دارومدار ہو مثلاً دل قطع نظر اس کے کہ عطیہ دہندہ اس کی اجازت دے یا نہ دے۔

عضو کا عطیہ کس کو دیا جا سکتا ہے؟ اگر مسلمان عضو کا عطیہ دے سکتا ہے تو کس کو؟ صرف مسلمان کو یا ہر انسان کو دیا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب ڈاکٹر یوسف قرضاوی یہ دیتے ہیں۔

بدن کا عطیہ مال کے صدقہ کی طرح ہے جو مسلم اور غیر مسلم ہر ایک کو دیا جا سکتا ہے البتہ حربی کو جو مسلمانوں سے برسر جنگ ہو، نہیں دیا جا سکتا۔ میرے نزدیک اسی طرح اس شخص کو بھی نہیں دینا چاہئے جو اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہا ہو اور فکری میدان میں برسر پیکار ہو۔ اسی طرح مرتد کو بھی عطیہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ مرتد اسلام کی نظر میں قتل کا مستحق ہے لہذا اس کی زندگی کو بچانے میں کیسے تعاون کیا جا سکتا ہے؟

جب مسلم اور غیر مسلم دونوں اس حال میں ہوں کہ عضو انسانی کے دونوں محتاج ہوں تو مسلمان کو ترجیح دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"المومنون والمومنٰت بعضهم اولیاء بعض (التوبہ ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

یہی نہیں بلکہ ایک صالح اور متقی مسلمان، فاسق و فاجر مسلمان کے مقابلہ میں عضو انسانی کے عطیہ کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ متقی و پرہیزگار شخص کو عضو دے کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی مدد کرنا ہو گا۔ برخلاف فاسق و فاجر کے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی معصیت میں استعمال کرتا ہے اسی طرح جب مستحق عضو مسلمان رشتہ دار یا پڑوسی ہو تو دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں عطیہ کا زیادہ مستحق ہو گا اس لئے کہ پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حقوق کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ رشتہ داروں میں بھی دور اور نزدیک کے رشتہ کا فرق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اولو الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ (الاحزاب ۲)

اللہ کی کتاب کی رو سے بعض رشتہ دار بعض رشتہ داروں سے زیادہ حق دار ہیں۔

کوئی مسلمان کسی خاص آدمی کو اپنا عضو دے تو سکتا ہے لیکن کسی تنظیم کے لئے عطیہ دینا جائز نہیں۔ مثلاً اعضا کے بنک، جہاں ان کو سائنسی طریقوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ ضرورت کے وقت ان کو استعمال کیا جا سکے۔

اعضا کی بیع ناجائز ہے | جب انسانی اعضاء کا عطیہ جائز ہے تو کیا اس کی بیع بھی جائز ہے؟ اس کا جواب ڈاکٹر یوسف قرضاوی یہ دیتے ہیں کہ اعضاء کے عطیہ کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی بیع بھی جائز ہے کیونکہ بیع کی تعریف فقہاء نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

"مبادلۃ مال بمال بالتراضی"

یعنی طرفین کی رضامندی سے ایک مال کا دوسرے مال سے بدلنا۔

انسان کا بدن مال نہیں ہے کہ اس کو خرید و فروخت کے دائرہ میں شامل کیا جائے اور اعضاء انسانی کی خرید و فروخت ہونے لگے۔ لیکن عضو سے فائدہ اٹھانے والا شخص عضو عطا کرنے والے کو کچھ مال پہلے سے طے کئے بغیر ہبہ، عطیہ یا تعاون کی شکل میں دے دے۔ تو یہ جائز بلکہ پسندیدہ ہے اور اس کا شمار مکارم اخلاق میں ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ مقروض اپنا قرض ادا کرتے وقت قرض کی رقم سے کچھ زیادہ ہی ادا کر دے۔ جس کی پہلے سے کوئی شرط نہ رکھی ہو ایسا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے کہ جس طرح کا مال لیا تھا اس سے بہتر واپس کیا اور فرمایا۔

ان خیارکم احسنکم قضاءً۔ تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اچھے طریقے سے ادا کرنے والے ہوں

کیا میت کے عضو سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟ | کیا مرنے کے بعد اجزاء بدن کے استعمال کی وصیت جائز ہے؟ کیا ان کا استعمال میت کی حرمت کے خلاف ہے؟ ڈاکٹر یوسف القرضاوی فرماتے ہیں جب کسی شخص کے لئے اس کی زندگی میں اپنے کسی عضو کا عطیہ دینا جائز ہے۔ حالاں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے اسے نقصان پہنچ سکتا ہے (گو کہ یہ احتمال مرجوح ہے) تو مرنے کے بعد اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ اس کا فائدہ زندہ شخص کو پہنچ رہا ہے۔ میت کے اعضاء چند دنوں کے بعد خراب ہو جاتے ہیں۔ اور مٹی ان کو کھا جاتی ہے۔ اگر ان کے استعمال کی اجازت اس جذبہ سے دی جائے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی تو امید ہے کہ انسان اپنے اس عمل اور اس نیت پر ثواب کا مستحق ہوگا۔ اس کی حرمت

کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اور مسئلہ میں اصل اعتبار اباحت کا ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی شرعی صحیح اور واضح دلیل ہو جس سے کہ عدم جواز لازم آتا ہو اور یہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بعض فیصلوں میں صحابہ کرام سے یہ کہا تھا کہ کوئی ایسی چیز جو تمہارے بھائی کو فائدہ پہنچاتی ہو اور تم کو نقصان نہ پہنچاتی ہو تو تم اس سے کیوں روکتے ہو۔ یہی بات یہاں بھی کہی جا سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ ایسا کرنا میت کی حرمت کے منافی ہے۔ جس کی شریعت اسلامیہ نے رعایت کی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

"کسر عظم المیت کسر عظم الحی" (احمد)

مردہ شخص کی ہڈی توڑنا زندہ شخص کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

اس سلسلہ میں ہم کہیں گے کہ میت کے جسم کے عضو کا استعمال کرنا اس کی شرعی حرمت کے منافی نہیں ہے عضو نکالنے کے باوجود اس کے جسم کی حرمت محفوظ ہوگی۔ اس کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی۔ زندہ شخص کے جسم کی طرح اس کے جسم کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے عضو حاصل کیا جائے گا۔ حدیث میں ہڈی توڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ میت کو مثلہ نہ کیا جائے۔ اور اس کو مسخ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ جنگوں میں کیا کرتے تھے۔ اور اب بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ اسلام اسے ناپسند کرتا ہے۔

کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ اسلاف سے اس مسئلہ میں کچھ منقول نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بات اس وقت صحیح ہوتی جب یہ ضرورت ان کے زمانہ میں پیش آئی ہوتی اور وہ اس پر قادر ہوتے ہوئے بھی ایسا نہ کرتے۔ بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن سے ہمارا اس وقت سابقہ ہے لیکن اسلاف سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ان کے زمانہ میں نہیں تھے۔ فتویٰ زمان ومکان، ظرف اور حالات کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ اس بات کا اعتراف بڑے بڑے محققین نے کیا ہے اس مسئلہ میں جو قید لگائی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ عطیہ پورے جسم کا یا بیشتر حصہ کا نہ کیا جائے اور نہ اتنے حصہ کا کیا جائے کہ اس پر میت کے احکام (غسل، تکفین، نماز جنازہ اور دفن) پر عمل ہی نہ کیا جا سکے۔ کسی ایک یا بعض اعضاء پر اس کا انطباق نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ پر شیخ محمد متولی شعراوی کا خیال ہے کہ اعضاء کا عطیہ دیا جا سکتا ہے نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اس کے حوالے سے شیخ عبدالقادر عماری فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر مصر میں جو بحث ومباحثہ جاری ہے

اس پر جہاں معاصر علماء نے بحثیں کی ہیں وہاں قدیم علماء نے بھی اس کے محدود پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ علماء کرام نے جس چیز کو راجح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اعضاء کی بیع اور اس کی تجارت جائز نہیں ہے لیکن قریبی اعزہ کو عطیہ دیا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں میں کوئی فرق نہیں کرتے جن لوگوں نے رشتہ داروں کی قید لگائی ہے ان کے نزدیک اس کا مقصد اس کے مادی اور مالی پہلو کو ختم کرنا تھا۔

شیخ شعراوی کا اس مسئلہ میں جو نقطۂ نظر ہے وہ اس پر قابل ملامت نہیں ہیں اس لئے کہ مسئلہ اجتہادی ہے ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان کے جسم میں ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لہٰذا اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کے اعضاء میں خرید و فروخت یا عطیہ کے ذریعہ تصرف کرے۔ اس بارے میں صحیح موقف یہ ہے کہ اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ اعضاء کا عطیہ جائز ہے اگر اس طرح کرنے میں کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو کہ اس کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ جائے۔

شیخ عبدالقادر عماری فرماتے ہیں:۔

صحافیوں نے شیخ شعراوی کے فتویٰ کا استحصال کیا۔ انہوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں جو انہوں نے نہیں کہی تھیں۔ مثلاً انہوں نے کہا کہ شیخ شعراوی کا یہ خیال ہے کہ مریض کا علاج ہی نہ کیا جائے اور اسے یونہی چھوڑ دیا جائے۔ حالاں کہ یہ نامناسب ہے اس لئے کہ یہ بات شیخ شعراوی نے نہیں کہی تھی بلکہ ان کے تمام لکچروں میں یہ سنتے رہے ہیں کہ وہ انسان کو مرض کی حالت میں تدابیر اختیار کرنے کی بات کہتے ہیں۔ جب کسی مسئلہ پر دینی و فقہی نقطۂ نظر سے بحث کی جا رہی ہو تو بہتر یہی ہے کہ بحث و مباحثہ میں صرف اس موضوع کے ماہرین ہی حصہ لیں۔ صحافیوں کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ان آراء کو صحیح طریقہ سے دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ اسی طرح معاملہ طبی نوعیت کا ہو تو اطباء ہی کو اظہار خیال کرنا چاہئے۔ ان ہی کی رائے معتبر ہوگی۔ علماء کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرنے کا حق علماء ہی کو حاصل ہوگا۔

مغربی ممالک کے اخبارات میں اس طرح کی خبریں آئے دن چھپتی رہتی ہیں کہ شرپسندوں نے اعضاء انسانی کی تجارت شروع کر رکھی ہے۔ بعض حکومتوں نے اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ اعضاء کے منتقل کرنے میں لوگ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں اس گناہ کا

ارتکاب زیادہ ہونے لگا ہے۔ افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ میں بھی انسانوں کی زندگیوں کی تجارت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک کے اہل ثروت جن کو مطلوبہ اعضاء، دل، گردہ، آنکھ وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے ان کے حاصل کرنے میں وہ بے دریغ رقم صرف کرتے ہیں اور یہ تجار ان کو فراہم کرنے کے لئے بچوں کا اغوا کرتے ہیں یہ تجارت اتنے بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے کہ اس وقت بعض ترقی یافتہ ممالک کے ہسپتالوں میں اعضاء انسانی کے بنک قائم ہیں۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر علی سالوس فرماتے ہیں کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں ہے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اعضاء جسم سے انتفاع کا حق صرف انہی حدود میں ہے۔ جن حدود میں ان کی تخلیق ہوئی ہے اور آدمی اس کا بھی مالک نہیں ہے کہ جسم کے بعض اعضاء سے دست بردار ہو جائے لہٰذا جسم انسانی اور اس کے اعضاء کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

ڈاکٹر علی سالوس فرماتے ہیں۔ اس موضوع پر تنظیم اسلامی کانفرنس کی ذیلی فقہ اسلامی کمیٹی کے چوتھے اجلاس میں جو ۱۸ تا ۲۳ جمادی الآخر ۱۴۰۸ھ مطابق ۶ تا ۱۱ فروری ۱۹۸۸ء کو منعقد ہوئی تھی بحث ہوئی تھی۔ کمیٹی نے اعضاء سے فائدہ اٹھانے کی دو صورتیں بیان کی تھیں۔ ۱۔ زندہ شخص کا کوئی عضو نکالنا۔ ۲۔ مردہ کا کوئی عضو نکالنا۔

پہلی قسم میں اس کی مندرجہ ذیل صورتیں آتی ہیں۔

(ا) ایک ہی جسم میں کسی جگہ سے ایک عضو کو لے کر دوسری جگہ اس کی پیوند کاری کرنا مثلاً جلد، ہڈیاں اور خون وغیرہ

(ب) زندہ انسان کے اعضاء کو دوسرے زندہ انسان میں منتقل کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) زندگی کا دارومدار اس عضو پر ہوگا جو نکالا جا رہا ہے یا نہیں ہوگا، اگر اسی عضو پر زندگی کا انحصار ہو تو یا تو وہ ایک ہی ہوگا جیسے دل، جگر وغیرہ ایک سے زائد ہوں گے مثلاً گردے اور پھیپھڑے اور ایسا عضو جس پر زندگی کا انحصار نہ ہو تو یا تو وہ جسم میں بنیادی کام انجام دیتا ہوگا یا نہیں اور یا تو اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہوگا جیسے خون یا اضافہ نہیں ہوتا ہوگا اور یا تو اس سے انساب، موروثی چیزیں اور عام شخصیت متاثر ہوتی ہوگی جیسے خصیہ، بیضہ اور اعصابی نظام کے خلیے اور یا اس سے یہ چیزیں متاثر نہیں ہوتی ہوں گی۔

دوسری قسم یہ ہے کہ میت سے اعضاء کو منتقل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ موت کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک دماغ کی موت، جس سے دماغ کے تمام کام ہمیشہ کے لئے مکمل طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ دوسری حالت یہ ہے کہ سانس اور دل کی حرکت پورے طور پر بند ہو جائے۔ اس صورت میں طبی گنجائش نہیں رہتی۔

ڈاکٹر فالوس فرماتے ہیں کہ بدن کے وہ اجزاء جو از سر نو پیدا ہوتے رہتے ہیں مثلاً خون کا عطیہ یا ایک ہی شخص میں جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ ان سے فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں کمیٹی کے ممبران میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ البتہ ان اجزا کے سلسلہ میں جو از سر نو نہیں پیدا ہوتے۔ کمیٹی کے ممبران نے غور کیا اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ انسان ان اعضاء کا مالک نہیں ہے مگر یہ کہ وفات کے وقت اس کو ان اعضاء سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ جب کہ دوسرے شخص کو اس سے فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے مثلاً دل کسی ضرورت مند مریض میں اس کا دل منتقل کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے، اور دوسری طرف اس سے اہم فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کمیٹی کے تمام ممبران نے یہ رائے ظاہر کی کہ کسی زندہ شخص کی زندگی کو بچانے کے لئے میت کے اعضاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ جب کہ اس زندہ شخص کی زندگی سے فائدہ واضح ہو۔ ایسے مواقع پر شرعی اصول "الضرورات تبیح المحظورات" (ناگزیر ضروریات ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں) کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہاں ممنوع چیز زندہ کو قتل کرنا ہے اور میت کی حرمت زندہ کی حرمت کی طرح ہے چونکہ یہاں شرعی مصلحت پائی جاتی ہے اس لئے ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس کے ساتھ تمام لوگوں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ موت سے قبل اس شخص سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر اس نے اس بات کی وصیت نہ کی تو اس کے ورثاء کی طرف سے اس کی اجازت ہو اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو مسلمانوں کے حاکم کی مرضی ضروری ہے۔ کیونکہ میت یا اس کے وارثین یا مسلمانوں کے حاکم کی اجازت کے بغیر اس کے جسم سے کوئی عضو نکالنا جائز نہیں۔ مثلاً اگر کسی ہسپتال میں کسی کا انتقال ہو جائے اور اس سے اس کے جسم کے کسی عضو کے لینے کی اجازت نہ لی گئی ہو اور اس کا کوئی وارث بھی نہ ہو جس سے اجازت لی جائے اور نہ مسلمانوں کے حاکم کی طرف سے ہی اس کی اجازت ہو تو اس کے جسم سے کسی عضو کا لینا جائز نہیں ہے ۔

We've Developed Fabrics With Such Lasting Quality And Style That Theres Only One Word For It

Star

For high quality fabrics
of the most consistent standard,
remember the name Star Textile –
Star fabrics are made from world famous
fibres, Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting
and shalwar qameez suits, look for the colour of
your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin,
Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality,
check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.
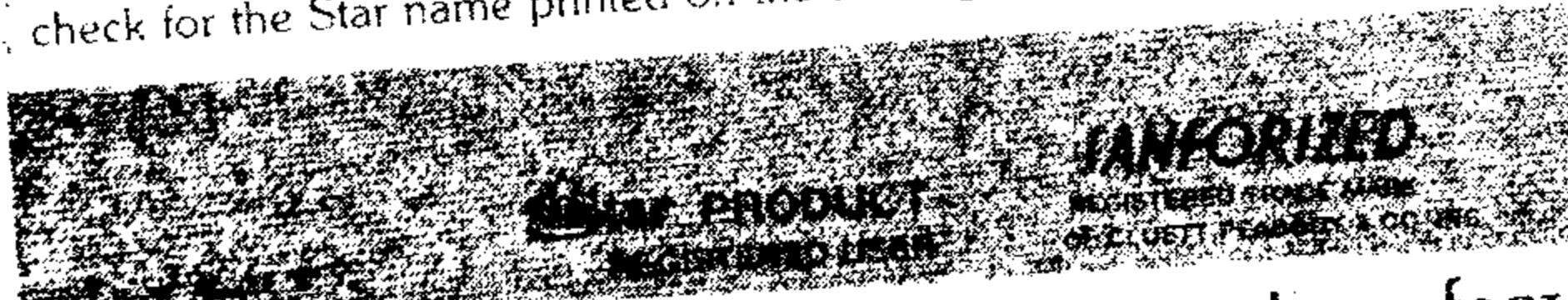
... the essence of style and total comfort!

Star Textile Mills Limited Karachi
P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000

قسط ۳

مولانا شہاب الدین ندوی

سائنس اور اسلام

علوم طبیعی کی اہمیت قرآن کی نظر میں

یعنی حکمت و دانش مندی کی بات اخذ کرنا ایک مومن و مسلم کا ازلی فریضہ ہے اور اس سلسلے میں اسے کسی قسم کے تعصب کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ خواہ وہ کسی بھی مذہب یا کسی بھی قوم یا کسی بھی علم سے حاصل ہو۔ اسلام میں علم و حکمت کی فضیلت و بزرگی کی یہ اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ کہ وہ اس چیز کو ایک مقدس امانت سمجھتا ہے۔ چاہے وہ کسی بھی علم وفن سے متعلق کیوں نہ ہو۔

ایک روایت کے مطابق قرآن مجید پڑھنے کا حق یہ ہے کہ ہر شخص اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرے، نہ کہ محض طوطا اور مینا کی طرح الفاظ دہراتا رہے، چنانچہ قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ

ولکن کونوا ربّانیین بما کنتم تعلمون الکتب (آل عمران ۷۹)	لیکن تم اللہ والے بن جاؤ اس لئے کہ تم کتاب الٰہی کی تعلیم دیتے ہو۔

کی شرح میں ضحاک فرماتے ہیں۔

حق علیٰ کل من قرأ القرآن ان یکون فقیہًا	جو بھی شخص قرآن پڑھے تو اس کا حق یہ ہے کہ وہ فقیہ بنے۔

یعنی قرآن کا صحیح فہم حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

مگر آج کل فقہ اور دیگر علوم کی علیحدہ علیحدہ تدوین عمل میں آجانے کے بعد قرآن کی تلاوت محض تبرک کے لیے رہ گئی ہے اور اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فقہی مسائل کے مجموعے مرتب ہو جانے کی وجہ سے اب قرآن میں غور و خوض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔ کیونکہ قرآن کے سارے نکات اور اس کا خلاصہ ان مجموعوں میں آ گیا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق قرآنی لفظ "ربانیین" کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے۔

قال ابن عباسؓ کونوا ربانیین حلماء فقہاء علماء	حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ والے بننے کا مطلب یہ ہے کہ بُردبار فقیہہ اور عالم بنو[1]

بہرحال ایک پیش گوئی کے مطابق موجودہ دور فقہاء کی قلت اور قاریوں کی کثرت کا دور ہے جس میں

محض قرآن کی تلاوت ہی تلاوت باقی رہ گئی ہے اور وعظ گوئی کا فن پورے عروج پر نظر آتا ہے جیسا کہ حضرت مسعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

وسياتي على الناس زمانٌ قليلٌ فقهاؤه كثير قرّاؤه يحفظ فيه حروفُ القرآن وتضيع حدوده. كثيرٌ من يسأل قليلٌ من يعطي، يطيلون فيه الخطبة ويقصّرون الصلاة، يبدّون فيه اهواءهم قبل اعمالهم۔

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں فقہا (دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والوں) کی قلت اور قاریوں کی کثرت ہو جائے گی۔ اس دور میں قرآنی حروف کی تو حفاظت کی جائے گی مگر اس کے حدود و ضوابط ضائع کر دئے جائیں گے۔ (مسائل) پوچھنے والے تو بہت زیادہ ہوں گے مگر (جواب) دینے والے بہت کم۔ اس دور میں خطبے لمبے لمبے دئے جائیں گے اور نماز کو مختصر کر دیا جائے گا اور لوگ عمل کرنے سے پہلے ہی اپنی خواہشات نفسانی کا اظہار کرنے لگیں گے۔[1]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔

كيف انتم اذا لبستكم فتنةٌ يهرمُ فيها الصغير ويتخذها الناس سنّةً. فاذا غيّرت قالوا غيّرت السنّة قالوا ومتى ذلك يا عبدالرحمان؟ قال

اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسا فتنہ چھا جائے گا جس میں بڑے بڈھے ہو جائیں گے اور چھوٹے جوان (اس طرح اس فتنے میں لوگوں کی ایک عمر گذر جائے گی) تب اگر (کوئی عالم برحق اس) فتنے (یا بدعت) کو بدل دے تو لوگ کہنے لگیں گے کہ (ہمارے باپ دادا کی) سنت بدل دی گئی۔ لوگوں نے

---

[1] موطا امام مالک ۱/۱۷۳، دار احیاء التراث العربی۔ مصر

اذا کثرت قراؤکم و قلت فقہاؤکم۔ و کثرت امراؤکم و قلت أمناؤکم والتمست الدنیا بعمل الاخرۃ۔

آپ سے پوچھا کہ یہ بات کب ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارے قاری (سطحی علم رکھنے والے) زیادہ ہو جائیں اور فقہا (دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے) کم ہو جائیں۔ اس وقت جب کہ تمہارے امراء کی کثرت ہو جائے اور امانت داروں کی قلت ہو جائے اور اس وقت جب کہ دین و آخرت کے کام سے دنیا کی جستجو کی جائے[۱]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ لا ینتزع العلم من الناس انتزاعاً ولکن یقبض العلماء فیرفع العلم معھم و یبقی فی الناس رؤساً جھالاً یفتونھم بغیر علم۔ فیضلون و یضلون

اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کو دفعتہً چھین نہیں لے گا۔ بلکہ علماء کو اٹھالے گا۔ اور ان کے ساتھ علم کو بھی اٹھالے گا۔ پھر لوگوں میں جاہل لوگ سردار بن جائیں گے۔ جو بغیر علم کے لوگوں کو فتوے دیں گے۔ اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے[۲]

مظاہر عالم میں تفکر و تدبر کرنے والے

اسلام میں تفکر (غور و فکر کرنے) کی بڑی اہمیت ہے چنانچہ قرآن مجید میں یہ لفظ جس طرح دینی و شرعی احکام و مسائل کے بارے میں مذکور ہے اسی طرح وہ اشیائے عالم یا مادی کائنات میں موجود اسباق و بصائر کا پتہ لگانے کے سلسلے میں بھی وارد ہوا ہے چنانچہ دینی و شرعی امور کے بارے میں ارشاد ہے:۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بہت

---

[۱] سنن دارمی ۱/۶۴ مطبوعہ بیروت [۲] بخاری ۱/۳۴، مسلم ۴/۲۰۵۹، ترمذی ۵/۳۱، ابن ماجہ ۱/۲۰

اثمٌ کبیرٌ و منافعُ للناس و اثمھما اکبر من نفعھما و یسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو کذلک یبین اللہ لکم الایٰت (بقرہ ۲۱۹)	بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں (مگر) ان کا گناہ نفع سے زیادہ ہے اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے کہ جو زائد ہو وہ خرچ کریں۔ اللہ اسی طرح اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو۔

ایک دوسرے موقع پر انفاق کے بارے میں مفصل طور پر ترغیب و تحریص دلانے اور متعدد مثالوں کے ذریعہ اس کی فضیلت واضح کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

کذلک یبین اللہ لکم الایٰت لعلکم تتفکرون (بقرہ ۲۶۶)	اسی طرح اللہ تمہارے لئے احکام کی تفصیل بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرسکو۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منصب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ آپ کو کتاب الٰہی کی شرح و تفسیر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ قرآن اور حدیث کی مطابقت کے بارے میں سوچ بچار کرسکیں۔ ارشاد فرمایا:-

و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نُزِّل الیھم و لعلھم یتفکرون۔ (نحل ۴۴)	(اے محمدؐ) ہم نے یہ تذکرہ (قرآن) تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تو لوگوں کے لئے اس کی وضاحت کرے جو کچھ کہ ان کے پاس پہنچایا گیا ہے تاکہ وہ (ان مضامین میں اچھی طرح) سوچ بچار کریں۔

اب ملاحظہ ہو اشیائے عالم یا کائنات مادی میں موجود شدہ اسباق و بصائر کا غور و فکر کے ذریعہ پتہ لگانے کا بیان تو متعدد آیات میں اس کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں اس سلسلے کی بعض آیات پیش کی جاچکی ہیں۔ مگر اس موقع پر چند مزید آیات پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ اس کی اہمیت پوری طرح واضح ہوجائے۔ چنانچہ ایک موقع پر زمین کے پھیلاؤ اور اس میں موجود پہاڑوں اور دریاؤں کے نظام میں غور و فکر نیز دنیائے نباتات میں ودیعت کردہ حیرت انگیز ازدواجی نظام میں تدبر کرکے نشہائے ربوبیت کا کھوج لگانے پر اس طرح ابھارا گیا ہے۔

و ھوالذی مد الارض	وہی تو (تمہارا رب) ہے جس نے زمین کو
و جعل فیھا رواسی و	(اس کی پوری گولائی میں) پھیلایا اور اس
انھاراً و من کل الثمرات	میں پہاڑ اور دریا بنا دیے (تاکہ پوری زمین
جعل فیھا زوجین	میں آب پاشی کا نظام جاری ہو سکے پھر
اثنین یغشی الیل النھار	اس نے تمہاری مزید عبرت کے لیے) تمام
ان فی ذلک لاٰیٰت	پھلوں میں ایک ایک نر اور ایک ایک
لقوم یتفکرون ٥	مادہ بنایا۔ وہ رات (کی چادر) کو دن پر ڈھانپ
(رعد ۳)	دیتا ہے۔ یقیناً ان امور میں سوچنے والوں
	کے لیے بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

ربوبیت کا ایک حیرت انگیز مظاہرہ

اس آیت کریمہ میں " زوجین اثنین " کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ عربی زبان میں لفظ " زوج " میاں یا نر کو بھی کہا جاتا ہے اور بیوی یا مادہ کو بھی۔ اور جب لفظ زوجین بولا جاتا ہے تو اس سے مراد میاں بیوی یا نر و مادہ ہوتے ہیں۔ اس طرح زوجین کا مطلب ہوا " ایک جوڑا " اور لفظ اثنین اس کی مزید وضاحت کے لیے بطور صفت لایا گیا ہے مگر بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ " دو جوڑے " یا " دو قسم " کے کر دیا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ واضح رہے جس طرح حیوانات میں نر و مادہ پائے جاتے ہیں بالکل اسی طرح پیڑ پودوں میں بھی نر و مادہ پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ جدید سائنسی تحقیقات سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو چکی ہے چنانچہ علم نباتات (BOTANY) میں ایک باب پیڑ پودوں کی بار آوری سے متعلق ہے جس کو عمل زیرگی (POLLINATION) کہا جاتا ہے۔ اور یہ حیران کن پھولوں میں ہوتا ہے۔ یعنی نر پھول الگ ہوتے ہیں اور مادہ پھول الگ۔ نر پھولوں میں ننھے ننھے دانے ہوتے ہیں جن کو " زر دانے " کہتے ہیں۔ اور یہ زر دانے تتلیوں اور شہد کی مکھیوں وغیرہ کے ذریعے نر پھولوں سے منتقل ہو کر مادہ پھولوں تک پہنچتے ہیں جس کے بعد وہ بار آور ہو کر پھلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پتنگے اور تتلیاں وغیرہ جب پھولوں کا رس چوسنے کی خاطر اس کے پاس جاتے ہیں تو یہ زر دانے ان کے پیروں سے چپک کر دوسرے پھولوں تک منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انجانے پن میں وہ نظام فطرت کا ایک بہت بڑا عمل انجام دیتے ہیں اور اس

لحاظ سے فطرت (نیچر) کا کوئی بھی جز و اور اس کا کوئی بھی حصہ بے کار اور بلا وجہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک میں ایک حکیمانہ منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔ پیڑ پودوں کے اس عجیب وغریب نظام میں موجود بعض اسباق وبصائر کی تدوین میں راقم سطور نے اب سے بیس سال پہلے اس موضوع پر کام کرنا شروع کیا تھا جو اب تک ادھورا پڑا ہوا ہے اور اب تک اس کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی۔

آج سے چودہ سو سال پہلے، جب کہ دنیا نباتات اور ان کے جوڑے جوڑے ہونے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کا انکشاف کر کے یہ ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ اس معجزانہ کتاب کو نازل کرنے والا وہی ہے جس نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے۔ کیونکہ اس ازلی وابدی حقیقت کا انکشاف کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف قرآن حکیم ایک سچی اور صداقت سے بھرپور کتاب ہے بلکہ اس کے لانے والے پیغمبر آخر زماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کے سچے نبی اور رسول برحق ہیں۔

بہرحال اس آیت کریمہ میں ربوبیت اور مخلوق پروری کے بعض عجائب کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ کائنات اور اس کے حیرت انگیز نظامات کسی اندھے بہرے عمل کا نتیجہ نہیں حکمت ودانائی سے بھرپور ایک منصوبہ بند نظام کا پتہ دیتے ہیں اور اس کا مظاہرہ صحیفۂ فطرت کے ہر ہر جزو، اس کے ہر ہر نقش ونگار اور اس کے ایک ایک گل بوٹے میں بدرجۂ اتم دکھائی دیتا ہے گویا کہ صانع عالم نے اپنے دست قدرت سے اپنے وجود کا اتہ پتہ فطرت کے ہر ہر صفحے پر نہایت درجہ روشن اور جلی قلم کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔ جسے پڑھنے کی ضرورت ہے

صحیفۂ فطرت کے چند مزید پہلو

یوں تو پورا صحیفۂ فطرت وجود باری کے نشانات ودلائل (آیات اللہ) سے پٹا پڑا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہر ہر مظہر فطرت کا تفصیلی مطالعہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ مگر اس موقع پر ان تمام آیات کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس سلسلے کی صرف چند آیات کو جو خاص کر "نفکر" سے متعلق ہیں پیش کی جاتی ہیں۔

حسب ذیل آیات میں شہد کی مکھیوں کے حیرت انگیز عمل، ان کے تعمیری نظم وضبط اور ان کے ذریعہ خارج ہونیوالے عجیب وغریب مشروب (شہد) کے طبی فوائد کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ جو ربوبیت کا ایک تخلیقی معجزہ اور بصیرتوں سے بھرپور ایک شاہکار قدرت ہے۔ ایک ایسا معجزہ جو

ایک اندھے بہرے مادہ کے اندھے بہرے عمل کے تحت کسی بھی طرح ممکن نہیں سکتا۔

و اوحیٰ ربُّک الی النحلِ ان اتخذی من الجبال بیوتًا و من الشجر و مما یعرشون۔ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربکِ ذللاط یخرج من بطونھا شرابٌ مختلف الوانہ فیہ شفاءٌ للناس ط ان فی ذٰلک لایۃ لقوم یتفکرون (النحل ۶۸ - ۶۹)

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ تو پہاڑوں، درختوں اور لوگوں کی تیار کی ہوئی عمارتوں میں اپنے گھر بنالے۔ پھر ہر قسم کے پھولوں اور پھلوں کے رس چوستی رہ۔ پھر اپنے رب کے آسان راستوں پر (ادھر اُدھر بھٹکے بغیر) چلتی رہ۔ اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے اس میں سوچ بچار کرنے والوں کے لئے ایک (بہت بڑی) نشانی موجود ہے۔

حیاتیاتی (BIOLOGICAL) نقطۂ نظر سے تمام نباتات وحیوانات جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کئے گئے ہیں۔ جن میں یوں تو عبرت وبصیرت کے بہت سے اسباق موجود ہیں۔ مگر نوع انسانی کے جوڑوں میں یعنی مردوں اور عورتوں کے درمیان اُنس ومحبت کے جو جذبات رکھ دئے گئے ہیں وہ وجود باری کے واضح ترین نشانات میں سے ہیں۔

و من اٰیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودۃً و رحمۃً ط ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقومٍ یتفکرون۔ (روم ۲۱)

اور اس کے (وجود کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو۔ اور اس نے تمہارے درمیان باہمی محبت اور (ایک دوسرے کے لئے) رحمدلی (کے جذبات) پیدا کئے اس (خدائی مظہر) میں غور کرنے والوں کے (بہت سی) نشانیاں رکھ دی گئی ہیں۔ (روم ۲۱)

انسانی نیند اور خواب موت کی حالت سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جن میں غور و خوض کرنے والوں کے لئے حیرت ناک طور پر "حیات ثانی" کا ثبوت بھی مل سکتا ہے۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا ۚ فیمسک التی قضی علیہا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمیً ط ان فی ذلک لایٰت لقوم یتفکرون (زمر ۴۲)	اللہ ہی جانوں (لوگوں کی روحوں) کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نیند کی حالت میں نہ آئی ہو۔ پھر ان جانوں کو روک لیتا ہے جن پر وہ موت کا حکم صادر کر چکا ہے اور باقی جانوں کو (جو نیند کی حالت میں ہوتی ہیں) ایک مقررہ مدت کے لئے (پھر واپس) بھیج دیتا ہے۔ اس (عجیب و غریب مظہر ربوبیت) میں غور کرنے والوں کے لئے واضح نشانیاں رکھ دی گئی ہیں۔

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ جو لوگ نیند کی حالت میں ہوتے ہیں وہ بھی عارضی طور پر گویا "مرے ہوئے" لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی روحیں بھی عارضی طور پر ان کے جسموں سے باہر نکالی جا چکی ہوتی ہیں۔ اب جن لوگوں کو "مارنا" مقصود ہوتا ہے ان کی روحیں تو ہمیشہ کے لئے (تا قیامت) اللہ اپنے پاس روک لیتا ہے۔ مگر جن کو مارنا مقصود نہیں ہوتا ان کی روحیں نیند کے بعد واپس کر دی جاتی ہیں۔ اس طرح مرے ہوئے لوگوں اور سوئے ہوئے لوگوں، دونوں کی روحیں اپنے مالک حقیقی کے پاس لوٹتی رہتی ہیں۔ اس میں عبرت یہ ہے چونکہ انسانی نیند بالکل موت کے مشابہ ہوتی ہے یعنی ایک سوتا ہوا شخص گویا کہ مرے ہوئے شخص ہی کی طرح ہوتا ہے۔ جس کے ہوش و حواس پوری طرح زائل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس میں اور ایک مُردے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ دوبارہ بیدار ہوتا ہے، تو گویا اسے ایک نئی زندگی مل چکی ہوتی ہے۔ گویا کہ وہ "مرنے" کے بعد پھر دوبارہ "زندہ" ہو گیا ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ انسان جب سوتا ہے تو واضح طور پر نظر آتا ہے۔ کہ کوئی ایسی چیز انسان کے بدن کے اندر موجود تھی جو سونے کے بعد وہاں سے نکل چکی ہے۔ اور وہ بجلی کے رَو (کرنٹ) کی طرح ہے

جو ایک "مُردہ" بلب یا قمقمے میں جب داخل ہوتا ہے تو اسے روشن کر دیتا ہے اور جب وہ نکل جاتا ہے تو بلب بے نور ہو جاتا ہے۔ یہی چیز "روحِ انسانی" ہے۔ جو خدائی حکم کے تابع ہے۔ خدا اسے جب چاہے جسموں سے نکال سکتا ہے۔ اور جب چاہے واپس بھیج سکتا ہے۔

بہر حال انسان کی نیند اور اس کی بیداری کی حالت "دوبارہ زندگی" کا ایک واضح ثبوت ہے گویا کہ انسان کو ہر دن اور ہر روز قیامت کے وقوع اور اس کے امکان کا ایک واضح ثبوت خود اس کو اپنی نجی زندگی میں مہیا کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا وہ خدائے برتر جو ہر روز ہر انسان کو مار مار کر دوبارہ جلا رہا ہو کیا وہ آخرت کے موقعہ پہ ایک اور بار جلانے سے عاجز رہ جائے گا؟ جو ہزاروں مرتبہ نئی زندگی عطا کر رہا ہو اُسے ایک اور زندگی عطا کرنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اس طرح اس مادی کائنات میں انسان کی عبرت و بصیرت کے لئے قدم قدم پر عقلی اور سائنٹیفک دلائل رکھ دئے گئے ہیں جو اسے سوچنے اور اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمام اشیائے عالم کو برتنے اور ان میں ودیعت شدہ ظاہری و باطنی فوائد سے استفادہ کرنے کی قدرت و طاقت عطا کی ہے۔ جو اس کو ربوبیت یا مخلوق پروری کی واضح دلیل ہے لہٰذا انسان کا بجائے ایسے مشفق و مہربان رب کا معترف اور احسان شناس ہونے کے اُلٹے اس کے وجود ہی سے انکار کرنا انسان کی احسان ناشناسی کا ثبوت ہے دیکھئے اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں اپنے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے نوعِ انسانی کو کس طرح دعوتِ فکر دیتا ہے۔

اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون۔ وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعاً منہ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ۵ (جاثیہ ۱۲-۱۳)	اللہ ہی (تمہارا رب) ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے رام کر دیا تاکہ اس میں جہاز اس کے حکم سے چلتے رہیں اور تم اس کا فضل (سمندری فوائد) تلاش کر سکو اور اس کے شکر گذار بن سکو اور اس نے زمین اور اجرام سماوی کی تمام چیزوں کو اپنی طرف سے (بطور تحفہ)

تمہارے قابو میں دیدیا ہے اس باب میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے یقیناً دلائلِ (ربوبیت) موجود ہیں۔

(جاری ہے)

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone: 66754-66933-60833

UNITED FOAM INDUSTRIES LTD

LAHORE - PAKISTAN
Tel: 431341, 431551

محمد عبداللہ

بعض اہم علمی خبریں

پاکستان کے اردو ادارہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے گزشتہ سال کی پہلی ششماہی میں اٹھارہ کتابیں شائع کی ہیں جو دفتری اردو، عدالتی اردو، تعلیمی اردو اور تحقیقی و حوالہ جاتی امور سے متعلق ہیں۔ ان کتابوں کی نوعیت و اہمیت ان کے نام سے ظاہر ہے مثلاً اقسام تحریری، دفتری مسل بندی و مسل برداری، اسلوب دفتری زبان، کشاف قانونی اصطلاحات بیاسیات، اساسیات، قدری کیمیا، کتابیات صنعتی فنون، اردو میں زرعی کتب وغیرہ۔

تحقیق میں مرزا جعفر علی خان اثر مرحوم کی مشہور لغت فرہنگ اثر کو چھوٹی عکسی طباعت میں شائع کیا گیا ہے سانیات میں لسانی مقالات اور اردو رسم الخط کے بنیادی مباحث کے نام سے دو عمدہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں۔

چھ مہینوں میں اٹھارہ عمدہ اور مفید کتابوں کا شائع ہونا کسی ایک ادارہ کی حسن کارکردگی کی بین دلیل ہے۔

پاکستان کے ایک علم دوست لطف اللہ خان صاحب نے اپنے ذاتی شوق کو ایک حیرت انگیز کارنامہ میں بدل دیا ہے ہوں نے ۱۰ ہزار سے زائد آوازوں کے کیسٹ کی ایک لائبریری تیار کی ہے جسے آوازوں کے عجائب گھر سے تعبیر کیا رہا ہے۔ ان میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے اہم اشخاص کی آوازیں محفوظ کی گئی ہیں۔ آئندہ زمانہ میں محققین ان زوں سے صاحب آواز کی شخصیت، سن و سال اور مزاج و طبیعت کا جائزہ لے سکیں گے۔ ان کیسٹوں کی کیٹلاگنگ حیرت ناک ہے جس میں صاحب آواز کا نام حروف تہجی کے لحاظ سے درج ہے آواز کب اور کس موقع پر بھری گئی رہ کتنے منٹ اور سیکنڈ کی ہے اس کی بھی تفصیل ہے۔ ہر زمرہ کے شخص کے کیٹلاگ اور ٹیپ الگ الگ ہیں۔

امریکہ کی کانگریس لائبریری میں ۲۴ ملین یعنی ایک کروڑ چالیس لاکھ کتابیں ہیں۔ جن کی حفاظت کے لئے جدید دوائیں استعمال کی جارہی ہیں۔ مگر اخبار واشنگٹن پوسٹ نے لائبریری کے ذمہ داروں کے حوالہ سے یہ خبر دی ہے کہ تیز کیمیاوی اور تیزابی دواؤں کا برا اثر کتابوں پر ہوا ہے۔ اور تقریباً ایک چوتھائی حصہ برباد ہوگیا ہے صفحات بدہ ہوگئے ہیں۔ اور ورق گردانی سے اوراق کی شکست کا خطرہ ہوگیا ہے۔ اندیشہ ہے کہ اور کتابیں بھی دیر پا نہیں ہوں گی۔ ذمہ داروں نے آگاہ کیا ہے کہ اگر مزید تاخیر کی گئی تو اس عظیم الشان کتب خانہ کی تقریباً ستر فی

فی صد کتابیں ورق ورق ہوجائیں گی۔

جنوبی افریقہ کے ایک سابق فزیکل سائنس ٹیچر فیصل الحافظی کی قوت اختراع نے اسلام کے متعلق تاریخی تحقیقی معلومات کو بہت دلچسپ طور سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے ایک بورڈ گیم ایجاد کیا ہے جسے اسلامک کوئیسٹ یا آئی ، کیو کے نام سے بڑی مقبولیت حاصل ہورہی ہے۔ اس کھیل کے ذریعہ سے اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل ہونے کے علاوہ اس سے دلچسپی اور تعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔ فیصل الحافظی نے ایک سال کی محنت و تحقیق کے بعد اس دلچسپ اور کارآمد کھیل کی ایجاد میں کامیابی حاصل کی۔

نظام شمسی کی بے کراں وسعت کے بارے میں جدید سائنس ہر روز نئے انکشافات کرتی ہے اور گذشتہ مفروضوں کی خود ہی غلط اور ناقص ثابت کرتی جاتی ہے۔ روسی سائنسدانوں نے دمدار ستاروں سے متعلق ۸۶ء میں ایک تحقیقاتی مشن روانہ کیا تھا۔ اس کی اطلاعات سے اب یہ نتیجہ نکلا کہ نظام شمسی کے ارتقار، ظہور، واقعات اور حقائق سے متعلق اب تک جو تصورات و نظریات قائم کئے گئے تھے ان پر نظرثانی کی ضرورت تھی۔ نظام شمسی اب تک کے اندازوں سے کہیں زیادہ عظیم و ثقیل ہے۔ دمدار ستاروں سے مادہ کے زبردست اخراج کے بعد اب ان ستاروں کی جسامت کے متعلق سائنسدانوں کی رائے بالکل بدل گئی ہے۔ اب تک عام خیال یہ تھا کہ ان ستاروں کا قطر یا دائرہ دو کلومیٹر کا ہوتا ہے۔ لیکن ویگا مشن کی اطلاعات سے پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ یہ دمدار ستارے کہیں زیادہ وزنی اور بڑے ہیں۔

قدیم یونان کے جنگی دیوتا اور جلاد فلک مریخ یا ستمبر ۸۸ء میں ۱۷ برس کے بعد پہلی مرتبہ زمین کے سب سے زیادہ قریب آیا۔ گو اس قربت میں بھی ۵۷ ملین کلومیٹر کا فاصلہ تھا۔ ۲۲ ستمبر کو یہ زمین سے سب سے زیادہ قریب ہوا مشتاقان دید نے اس کے دیدار کا عزم کیا۔ سائنسدانوں نے پہلے ہی اطلاع دی تھی کہ آسمان کے جنوب مشرق میں نہایت روشن ستارہ کی شکل میں ۲۲ ستمبر کے بعد کئی دنوں تک اسے دیکھا جاسکتا ہے۔

کیرالا کے شہر ریونڈرم کے شہریوں کو ایک انوکھی نمائش دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں دنیا کے ساٹھ ملکوں کے تقریباً چارسو اخبارات کو ایک ساتھ پیش کیا گیا اس میں دنیا کے سب سے بڑے اخبار جاپان کے اساہی شمبن کے علاوہ برطانیہ کے مشہور قدیم اخبارات ٹائمز، اور آبزرور بھی تھے۔

اس نمائش کا انعقاد ہندوستان کے کثیر الاشاعت ملیالم اخبار روزنامہ ملیالم منورما کی صد سالہ تقریبات

کے سلسلہ میں کیا گیا۔

یورپ کا مرد بیمار "ترکی" ایک بار پھر اپنی فراموش کردہ اسلامیت کی جانب رواں ہے اس کے سربراہ ترگت اوزال عثمانی خلافت کے بعد پہلے سربراہ حکومت ہیں جنہوں نے اس سال فریضہ حج ادا کیا۔ ترکی اور بیرون ترکی میں لادینی عناصر کو ظاہر ہے یہ ادا پسند نہیں آئی۔ چنانچہ ایک برطانوی ہفت روزہ نے اس سفر حج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے کمال اتاترک کی روح کو یقیناً اذیت ہوئی ہوگی۔

یورش تاتار کا افسانہ پرانا ہو چکا ہے۔ لیکن صنم خانوں سے پاسبان کعبہ آج بھی مل رہے ہیں۔ معاصر پیکٹ لندن کی ایک خبر کے مطابق فرانس کی کمیونسٹ پارٹی کے بانی ایم۔ تھورنیر کے ایک بیٹے اور بیٹی نے اسلام قبول کر لیا۔ نو مسلم صاحبزادے کا نام عبدالرحمٰن تھورنیر رکھا گیا ہے۔ اسلام کی یہ نعمت ان کو فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کے ایک ترجمہ کے مطالعہ کے بعد نصیب ہوئی۔

مغرب کی وادیوں میں پھر اذانیں گونج رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرمہ کی کوششوں کا بھی بڑا دخل ہے۔ چنانچہ حال ہی میں اس کے سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف نے پولینڈ کا دورہ کیا جو یورپ میں اشتراکیت کا ایک بڑا مرکز ہے۔ بایں ہمہ اس سرزمین پر ابھی تک اسلام کا نام و نشان باقی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی ایک تنظیم مسلم مذہبی مجلس پولینڈ کے نام سے قائم ہے۔ عبداللہ عمر نصیف نے اس کے ذمہ داروں سے ملاقات کی اور نئی مسجدوں کی تعمیر، مذہبی مرکزوں کے قیام، نوجوانوں کے مذہبی تعلیم کے بندوبست، دینی کتابوں کی اشاعت، نیز حج وغیرہ کے مسائل پر گفتگو کی۔ انہوں نے راجدھانی وارسا میں ان مقامات اور اداروں کا بھی معائنہ کیا جن کا تعلق اسلام اور اسلامی تہذیب سے ہے۔

برطانیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مسیحا نفسی پر ایک فلم "THE LAST TEMPTATION OF CHRIST" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری ترغیب کے نام سے بنائی جا رہی ہے۔ انبیاء کرام کی معصوم و مقدس زندگیوں کے بارہ میں اس قسم کی فلمیں بنانا ان کی سخت توہین اور گستاخی کا باعث ہے۔ (معارف)

Safety
instant milk

مولانا محمد عرلقیف الرحمٰن مظاہری
نزیل دارالعلوم بری برطانیہ

انگلینڈ کی ظلمتوں میں روشنی کا ایک مینار

دارالعلوم ہولکمبری برطانیہ

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ برطانیہ (یورپ) کے ماحول میں کسی دینی ادارہ کا قیام جوئے شیر لانے سے کم کٹھن نہیں۔ جس کا اندازہ یہاں کے حالات سے پوری واقفیت اور مدرسہ کی مشکلات سے باخبر ہونے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ مگر اصحابِ ہمت و عزیمت "مشکلے نیست کہ آساں نشود" پر یقین رکھتے ہیں جس کا بیّن ثبوت یہاں دارالعلوم کا قیام اور اس کی ترقی ہے ظاہر ہے ہم جیسے لوگوں کا یورپ اور دارالعلوم کو دیکھنا بظاہر اسباب مشکل ہی نہیں ناممکن ہی سا تھا مگر اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرمالیں تو پھر کیا ہے؟

دارالعلوم کے شب و روز کو دیکھ کر جو تاثر ہوا ہے چونکہ اس میں اہلِ مدارس کے لئے دعوتِ فکر بھی ہے اور دعوتِ تنافس بھی کہ اس پُرفتن دور میں اہلِ مدارس کے لئے بہت سی چیزیں قابلِ غور ہیں جن کی طرف مضمون میں اشارہ ہے۔ اس لئے اسے بلا کم و کاست صفحہ قرطاس پر ثبت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیا عجب ہے کہ اس سے نفع پہنچے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ حمداً کثیراً و اُصلّی و اُسلّم صلوٰۃً وسلاماً دائماً۔ اما بعد!

اللہ اللہ! دیکھو یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟ یا اللہ! میں تو یورپ میں ہوں جہاں سے سارے عالم میں بے حیائی، بے شرمی، فحاشی، عریانی، ضمیر فروشی، خودغرضی، مفاد پرستی۔ ایمان سوزی اور عقبیٰ سے بے خبری ولاپرواہی برآمد کی جاتی ہے۔ اور جو کوئی اس کے خلاف آواز اٹھائے اسے قدامت پسندی کی گالی دی جاتی ہے اُدٹی میں انہماک کا ایسا درس دیا جاتا ہے کہ بس اسی دنیا میں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ جس سے جتنا لیا جا

سکتا ہو اور جس پر جتنا ظلم کیا جا سکتا ہو اور جس کی جتنی حق تلفی کی جا سکتی ہو کر لی جائے اور اس کو تہذیب کے خوبصورت عنوان اور آزادی کے حسین نام سے معنون و مشتہر کیا جاتا ہے۔

یہ مجھے کیسی غشی طاری ہے۔ بار بار تصور کو درست کرتا ہوں یقین کو ٹھیک کرتا ہوں۔ واقعی میں یورپ میں ہوں۔ سمرقند نہیں، بخارا نہیں، بغداد بھی نہیں اور وہ تو واقعی کب کی اپنی خصوصیات ختم کر چکے۔ پھر یہ خواب ہے یا حقیقت؟ میں نے تو ہندوستان سے یورپ کے لئے ۱۰ گھنٹے کا سفر کیا ہے اور یقین ہے کہ یہ دہلی نہیں، گنگوہ، دیوبند اور سہارنپور بھی نہیں

پھر دیکھو! کہ یہ قال اللہ و قال الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صدا کہاں سے آرہی ہے؟ فضا کو کس چیز نے معطر و منور کر رکھا ہے۔ آخر یہ خوشبو کہاں سے بھبک رہی ہے؟ یہ نور کہاں سے چھن رہا ہے؟ یہاں تو آفتاب و ماہتاب کو بھی منہ دکھانے کی اجازت نہیں۔ پھر یہ سراج منیر کس طرح جلوہ گر اور رونق افروز ہے؟ اور دیکھو! کہ وہ خطِ استوا تک پہنچنے کے لئے کتنا بیقرار ہے اور وہ تو پہنچ بھی چکا یہی تو وہ آفتاب علم ہے جس کی ضیا پاشی سارے یورپ کو منور کر رہی ہے۔

اُدھر دیکھو! کہ سپرہ چشم کس طرح اپنے منہ کو چھپائے پھر رہا ہے اور کیسی کیسی تدبیریں اس نور کے خلاف کر رہا ہے مگر یہ نور ہے کہ ہمیشہ کی طرح بڑھتا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے کیا اب بھی سوتے ہو؟ آنکھ کھولو دیکھو! کہ یہ وہی "دارالعلوم بری" نہیں ہے؟ جس کے شوق دیدار میں ہم تڑپا کرتے تھے اور جس کے ذکر سے ہمارے سینہ میں ایک ہوک سی اٹھا کرتی تھی۔ یہی تو وہ دارالعلوم ہے جس کا تصور اس مرد خود آگاہ نے کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا اور جب وہ (جو بظاہر چل پھر نہیں سکتا تھا بلکہ پیر ہلانے کی بھی تو سکت نہ تھی۔ مگر جس کی نظر میں وہ تاثیر تھی کہ جس پر پڑ جائے تو کیمیا بنا ڈالے ؎

افلاک سے کھینچی جاتی ہے سینوں میں اتاری جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

جلوہ فرما ہوا تو یقین کرو گے کہ جہاں ۳۰ تا ۳۵ طلبہ کا یورپ کے ماحول سے ملنا مشکل تھا۔ اور کئی سالوں میں یہ تعداد میسر آئی تھی۔ سال دو سال نہیں، مہینوں کی بھی تو بات نہیں کہ ڈھائی سو طلبہ نے یورپ کے ماحول کو طلاق دے کر "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا ثبوت پیش کر دیا اور اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر دیا۔

افسوس کہ گلستان ہیں مالی نظر نہیں آتا اور وہ تو حرم محترم اور حرم نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
اس لئے گیا ہے کہ مرکز ہدایت اور مہبط وحی سے روحانی غذا لاکر دارالعلوم اور اہل یورپ کو سیراب
و آسودہ کرے۔ عمرہ اور پھر ماہ مبارک کا سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

اور تمہیں تو معلوم ہے کہ اس فرع (دارالعلوم) کی اصل وہی بلد طیب ہے اور ہاں، وہ مرد خود آگاہ
بھی تو وہیں محو خرام ہے جس کے گہوارے کا یہ تارہ ہے۔ آہ! وہ آنکھوں کا تارا، دل کا دلارا کبھی جلوہ
نمائی کرے تو آنکھوں کو ٹھنڈک بخشوں۔ اُف! کیسی بیقراری ہے۔ وہ "یوسف" جو "یعقوب" کا تو نہیں
ان "زکریا" کے جگر کا ٹکڑا ہے اسی لئے تو مصر کا نہیں یورپ کا "حفیظ علیم" ہے چلو اس کے گلستاں
کو دیکھیں۔ شاید دل کو سکون ملے۔

لو یہ گلستاں کی وسعت ارض اللہ واسعہ اور یہ اس کی مختصر عمارت بلدۃ طیبۃ۔ یہ مسجد بھی دیکھی
تم نے۔ اللہ اکبر یہ مسجد ہے سبحان اللہ "لمسجد اسس علی التقویٰ" اس کی شان میں بے اختیار دل سے
نکلتا ہے۔ جی ٹھہرو! جی بھر کر دیکھ لینے دو۔ یا اللہ اتنی سادگی۔ اتنی مضبوطی، یہ وسعت و کشادگی
پھر خوبصورتی۔ یا اللہ یہ جنت تو نہیں؟

پھر سو گئے۔ ارے یہ اسی مرد خود آگاہ کی بصیرت اور اس کے قرۃ العین کی بصارت ہے ساقی کو
دیکھو کہ "رحماء بینہم" کی تصویر ہیں۔ دور دور سے آتے ہیں۔ شراب عشق و محبت پلاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں
ہر ایک کی تمنا ہے نہ "صلہ" کا شوق نہ ہی اجرت کی پیش کش! بادہ خواروں کو دیکھو کہ "حزب اللہ" ان پر صادق
ہے۔ مدہوشی وہاں ہوتی ہے جہاں دامن ادب ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ "انا الحق" کا نعرہ ان کے پاس بھی
نہیں پھٹکتا۔ دیکھو! کہ جام پر جام پی رہے ہیں مگر ڈکار تک نہیں لیتے۔ غور کیا تم نے۔ تم بھی اسی ماحول میں جی
رہے ہو کہتے اور سنتے ہو کہ یہ مستی و بے ہوشی لاعلاج مرض ہے مگر دیکھو کہ فرشتے بھی اتریں تو ان کی وضع اپنانے
پر فخر کریں۔ اور وہ تو کرتے ہیں اسی لئے دیکھتے نہیں پر بچھائے پھر رہے ہیں۔

ماشاء اللہ! نصف ساق تک کرتا۔ سر پہ عمامہ، پوری داڑھی، پھر دیکھو یہ یورپ ہے۔ الحمد للہ کہ آج
پھر حاضری نصیب ہوئی۔ رات کا وقت ہے۔ عشا کی نماز کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ صدر دروازہ میں داخل
ہوتے ہی دو فرشتے صفت بادہ خوار جو "اشداء علی الکفار" لئے کھڑے ہیں۔ سلام کرتے ہیں اور آنے کی
غرض بتانے پر انتہائی محبت سے استقبال کرتے ہیں۔ کیا سوچتے ہو یہ رات بھر اسی طرح کھلے آسمان کے

پیچھے گذار دیں گے۔ کہ ان کے میخانے کو کوئی ناگہانی گزند نہ پہنچے۔

مسجد میں داخل ہوا۔ رات کا یہ نورانی ماحول اور بادہ خواروں کا مسجد کی وسعت میں پرسکون پھیلاؤ۔ یا اللہ یہ تو دن سے بھی زائد نورانیت چھن رہی ہے۔ نماز ختم ہوئی۔ دعا کے بعد نہ بھگدڑ ہے نہ شور۔ کچھ دیر بعد اطمینان سے اٹھ کر اپنی سنتوں میں مشغول ہو گئے۔ اور فارغ ہو کر اطمینان سے بیٹھے ہیں مسجد کے دروازہ پر بیٹھے ایک بادہ خوار سے سوال کیا۔ اب کیا انتظار ہے؟ حضرت کے اٹھنے کا انتظار ہے۔ اللہ اکبر۔ دل کی بے قراری کو قرار آیا۔ زیارت نصیب ہوئی۔ مصافحہ ہوا۔ یہی وہ پیر مے خانہ ہیں جن سے ملنے کو تم بیتاب تھے۔ سجدۂ شکر بجا لاؤ دل کی تمنا بر آئی۔

لو یہ چند دن صحبت کے بھی ملے۔ فرشتوں کے جھرمٹ میں چند شب و روز گذارے۔ کیا پوچھتے ہو کہ کیا نظام ہے۔ سنو! کہ صبح ہوئی ۵ بجے فجر ہے تمام طلبہ سنتوں سے فارغ ہو کر نماز کے انتظار میں ہیں۔ نماز ختم ہوئی۔ کیا گھورتے ہو۔ ایک بھی مسبوق نہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر دو جماعتوں میں منقسم ہو کر اپنے حاضر ہونے کا ثبوت بھی دے رہے ہیں۔ پھر دیکھو کہ لوگ یہاں فجر میں یا تو اٹھتے ہی نہیں یا نماز کے فوراً بعد دعا سے پہلے ہی بستر یاد آ جاتا ہے مگر یہ سب اپنے علم و مطالعہ میں لگ گئے۔ کچھ دیر بعد چائے تیار ہو گئی اور پھر چائے سے فراغ پر ذرا آرام لینے چلے کہ دن بھر کی مشغولی ہے۔

سوا آٹھ بجے سب بیدار ہیں اور پونے نو بجے اپنی اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے اپنے میخانوں میں موجود ہیں اور دیکھو کہ ساقی بھی ۲۰، ۲۰ میل سے پہنچ چکے ہیں۔ لو اب دوپہر ہو گئی کھانے کا وقت ہوا سوا بارہ بجے جلدی جلدی سب نے کھانے سے فراغت حاصل کی۔ کچھ کمر سیدھی کرنے بستر پر پہنچے اور کچھ مطالعہ اور دیگر کاموں میں لگ گئے۔ ۲-۲۵ ظہر کی نماز ہے سب موجود ہیں۔ نماز ختم ہوئی۔ مگر پھر دیکھو، غور کرو، ایک بھی مسبوق نظر آتا ہے۔ پونے دو بجے سب پھر میخانے میں جا پہنچے۔ سوا چار تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر ساقی اپنے اپنے گھروں کو اور بادہ خوار تفریح گاہوں کو چلے۔

ابھی تقریباً ایک ہی گھنٹہ گذرا ہے مگر سب چائے اور تفریح وغیرہ سے فارغ ہو کر با وضو مسجد میں جمع ہو گئے۔ ساڑھے پانچ بج چکے ہیں۔ مگر اب ماجرا ہی عجیب ہے۔ اجی! یہ کیا؟ یہ مدرسہ ہے یا خانقاہ۔ یہ تو اللہ اللہ کی آواز آ رہی ہے سبحان اللہ۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق　　　ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

کی حقیقت یہاں کھلی ۔ چھ بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں مسجد روشن ہوگئی اور سب تکرار و مطالعہ میں اور حفظِ اسباق میں مشغول نظر آرہے ہیں۔ دیکھا تم نے پانچ منٹ بھی تو نہیں ہوئے ۔

آٹھ بجنے میں دس منٹ باقی ہیں۔ سب اٹھ گئے۔ کتابیں بند ہوگئیں اور اذان سن کر سب سنتوں میں مشغول ہوگئے ۔ آٹھ بجے نمازِ عصر شروع ہوگئی ۔ سلام کے بعد پھر غور کرو ۔ ایک بھی مسبوق نظر آتا ہے ؟ آنکھ درماندہ واپس آئے گی ۔ نماز کے بعد جلدی جلدی سب نے شام کا کھانا کھایا کچھ ٹہلے پھرے اور قسمت تو دیکھو کہ آج پیر میخانہ کے ساتھ دستر خوان پر ہوں ۔

نو بجے تقریباً مغرب ہوئی ۔ سنتوں اور نوافل سے فراغ پر سب آمنے سامنے بیٹھ جاتے ہیں ایک کپڑا بچھاکر اس پر کھجور کی گٹھلیاں بکھیر دی جاتی ہیں پھر ایک صدا آتی ہے درود شریف پڑھ لیجئے ہم نے تین تین مرتبہ درود شریف پڑھا آواز آئی لاحول ولاقوۃ الا باللہ لاملجا ولا منجا من اللہ الا الیہ ہم نے ہر گٹھلی پر یہ کلمات پڑھے پھر آواز آئی بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الم نشرح ہم نے پوری سورت ہر گٹھلی پر پڑھی پھر مکرر آواز آئی (لاحول الخ لاملجا الخ) ہم نے دوبارہ سابقہ کلمات گٹھلیوں پر پڑھے یہ کل گٹھلیاں تین سو ساٹھ تھیں پھر درود شریف کے بعد پیر میخانہ کی دعا پر مجلس برخواست ہوئی ۔ طلبا اپنے اپنے مشاغل میں لگ گئے آج صفائی میں جن کا نمبر تھا ان کی جماعتوں کا اعلان ہوا ۔ اور عشا تک پورے مدرسہ کی صفائی ہوگئی ۔ جس میں مطعم بھی ہے اور درسگاہیں بھی اور باہر کے عمومی مقامات بھی ۔ اب یہ حزب اللہ جاروب کشی کس شان سے کرتی ہے اس کا تعلق دیکھنے سے ہے نہ کہ سننے سے ۔

تحتانی مسجد میں دو طلب قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں ۔ آخر یہ دیوانے ایسے گوشہ نشین کیوں ہیں ؟ جی دو طالب علم ہر وقت اعتکاف میں رہتے ہیں چوبیس گھنٹوں میں حافظ ہوں تو دو ختم ورنہ دونوں مل کر ایک ختم کرتے ہیں ۔ مگر درس نہیں چھوٹتا کہ اعتکاف نفلی ہے حاضر ہوکر پھر واپس آجاتے ہیں ۔

دس بجکر ۲۵ منٹ پر عشا ۔ پھر تبلیغی نصاب کی تعلیم اردو اور انگریزی میں اور طلبا اپنے اپنے ذوق کے حلقہ میں شریک ہوتے ہیں ۔ شب جمعہ میں فضائل درود شریف کی تعلیم پھر روشنی غائب کرکے درود شریف کا ورد بصورت مراقبہ ۔ جمعہ کے بعد عصر تک اسّی دفعہ اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آلہ وسلم تسلیما ۔

شنبہ کو بعد ظہر ختم بخاری شریف پھر دعا ۔ سب سے عجیب یہ کہ صبح آٹھ سے شام نو بجے تک تمام نظام صرف درجہ قرأت سے وابستہ ایک استاد کے ذمہ ہوتا ہے جو استاذ الاساتذہ بھی ہیں پھر ساری ذمہ داری دورہ حدیث شریف کے طلبہ کے ذمہ ۔ کیا تم بھی اس کا تصور کرسکتے ہو ؟ پھر کیا غلط کہا اگر ہم نے کہا ع جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے +

حجاز معلم عربی حصہ اول و دوم — مولانا سعید احمد ۔ صفحات حصہ اول ۱۰۴ ۔ حصہ دوم ۲۹۵
ناشر، قرطبہ ٹریڈرز ۔ سیالکوٹ ۔

"عربی زبان" قرآن حکیم اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور خود باری تعالیٰ کی اختیار فرمودہ زبان ہے قرآنی علوم و معارف، اسلامی احکام و تعلیمات، نبوی ارشادات و ہدایات سب عربی میں ہیں ۔ پھر قرآن و سنت کی اولین تشریحات خواہ وہ علم تفسیر ہو یا علم حدیث ۔ علم اصول تفسیر ہو یا علم اصول حدیث ۔ مسائل کا استنباط و اجتہاد ہو یا سلوک و تصوف اور احسان ہو ۔ علم شریعت کے اسرار و رموز ہوں ۔ اوائل میں سب کی تدوین عربی زبان میں ہوئی ہے ۔ اسلام کا جامع نظام سیاست بنیادی طور پہ جتنی کتابوں میں بھی مرتب ہوا ہے ۔ وہ سب عربی زبان میں ہیں ۔ اور اب اس گئے گذرے دور میں بھی عالمی سطح پر مسلمان جہاں بھی ہیں سب کو عربی زبان سے محبت ہے ۔ قرآنی اور اسلامی زبان ہونے کے پیش نظر تھوڑا بہت فہم و ادراک کر لیا جاتا ہے

موجودہ ترقی یافتہ دور میں تدریسی اور تعلیمی اعتبار سے اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ کم وقت میں عربی زبان، اس کی گرامر کے بنیادی قواعد، صرف و نحو کے اولین مباحث ۔ عربی تکلم کی مشق، روزمرہ کی مثالیں اور اس سلسلہ کی تمام ضروریات کو سہل اور آسان طریقہ سے اس طرح پڑھایا جائے کہ طلبہ میں اکتاہٹ کے بجائے مزید ذوق تحصیل اور اشتیاق پیدا ہو ۔

قدیم طرز کی طویل ترین تقاریر اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ سوال و جواب اور محض خیال اور واہمی اشکالات کے جوابات کی طویل ترین مباحث کے بجائے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے ۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے فاضل دوست، جناب حضرت مولانا سعید احمد عنایت اللہ مدظلہ نے اس سلسلہ کے پہلے ہی قدم میں ایک مختصر مگر جامع، سہل، سلیس اور نہایت ہی دلچسپ رسالہ

"حجازمعلّم عربی" کے نام سے لکھ کر علمی و دینی اور تدریسی حلقوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ موصوف مہبط وحی مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ کے کامیاب مدرس ہیں۔ انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ خرطوم اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا ہے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے فاضل بھی ہیں۔

"حجازمعلم عربی" حصہ اول ابتدائی اور حصہ دوم متوسط درجات کی درسگاہوں بالخصوص وفاق المدارس سے مربوط دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں اگر شریک کردی جائے تو طلبہ میں اس کے بے حد مفید بلکہ انقلابی حد تک بہترین نتائج حاصل ہوں گے۔ علاوہ ازیں سکول کالجز اور عام پڑھے لکھے دوست بھی اگر اپنے ذوق سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان کے لئے بھی قرآن وسنت اور عربی زبان کے سمجھنے میں یہ کتاب نفع بخش رہے گی۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ مصنّف کی زندگی میں برکت دے یہ موصوف کے سلسلہ تصنیف کا نقش اول ہے۔ خدا کرے وہ دیگر موضوعات پر بھی علمی و تحقیقی اور جامع تصنیفات لکھ کر زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کرسکیں۔

(سمیع الحق)

۳۰۰ تین پروانے شمع رسالت کے۔

مصنف:۔ جناب طالب ہاشمی صاحب ــــ صفحات ۵۰۰ ــــ قیمت ۶۶/- روپے
ناشر:۔ البدر پبلیکیشنز ۲۳ ر راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور ۲

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبان میں جماعتِ صحابہؓ کا شاندار تعارف یہ ہے کہ اولٰئك اصحٰب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھٰذہ الامۃ ابرّھا قلوباً واعمقھا علماً واقلھا تکلفاً اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ..... الخ (مشکوٰۃ شریف ص۳۲) "یعنی اس صاف دل، عمیق العلم اور سیدھی سادی جماعت کو اللہ نے پوری کائنات میں نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ورفاقت دین کی اشاعت اور قوام کے لیے چن لیا تھا۔"

لیکن روافض و شیعہ کی کوربخت ٹولوں کے ہاں صحابۂ کرامؓ کی یہ نورانی جماعت (سوائے دو چار کے) نقلِ کفر کفر نہ باشد ساری کی ساری معاذ اللہ مُرتد ہے۔ اہلِ سنت والجماعت کے ہاں اس جماعت کا ہر فرد ہدایت کا تابندہ ستارہ ہے اور صحابۂ کرامؓ کی ساری جماعت ابرار و اخیار کی ہے۔ افسوس کہ عام مسلمان اس جماعت کے تاریخی کارناموں، حضورِ ختمی المرتبت کے ساتھ ان کی جاں نثاری، فداکاری، تن من دھن کی سپردگی اور اسلام کیلئے ان کی تفصیلی خدمات، کارناموں اور واقعات سے ناآشنا ہے۔

اللہ جزائے خیر سے نوازے محترم جناب طالب ہاشمی صاحب کو! یہ انکے پاکیزہ ذہن، ستھرے مزاج اور حسین دینی ذوق کا ثمرہ ہے کہ انہوں نے وقت کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اس جماعت کے ہر فرد کے حالات اُمتِ مرحومہ تک پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کئی ایک

شاندار کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں ـــــ زیرِ تبصرہ کتاب "تیس پروانے شمعِ رسالت کے" کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی ساتویں اشاعت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب جیسے کہ نام سے ظاہر ہے شمعِ نبوت کے تیس پروانوں یعنی تیس ۳۰ جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے بیشتر ماخذ نہایت معتبر اور قابلِ اعتماد ہیں۔ ہاشمی صاحب کے قلمِ حقیقت رقم نے اس کتاب کے ذریعے امتِ مرحومہ کو ایک قیمتی سوغات دی ہے، یہ سوغات ہر سچے مسلمان کو وصول کرنی چاہیئے اس کتاب کے مطالعہ سے دین کیلئے قربانی کا جذبہ اُبھرے گا اللہ کے پاک باز نفوس کے تذکار سے رحمتوں کا نزول ہوگا۔ ہم طالب ہاشمی صاحب کی صحت، عافیت اور درازیٔ عمر کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ ربّ العلمین کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ ان کے قلم سے اس قسم کی عظیم کتابیں نکلنے کے وسائل مہیا کردیں اور امت کو انکی پیش کردہ اسلامی تاریخ سے متمتع ہونے کی توفیق دے۔ آمین

کتاب کے مقدمہ میں جناب ماہر القادری مرحوم رقمطراز ہیں: "صحابہ کرامؓ کے مقدس حالات اور جناب طالب ہاشمی کا خامہ عنبر شمامہ اور قلمِ حقیقت رقم ہر صفحہ ایمان و یقین کی پھلواری بن گیا"۔ مجھے یقین ہے کہ ہر قاری کتاب کو ماہر القادری صاحب مرحوم کے تبصرہ کے عین مطابق پائیگا۔ (عبدالحلیم قاضی)

بقیہ سیرت و کردار

کی بات نہیں۔ سنتِ خداوندی تو بڑی چیز ہے۔ فطرتِ انسانی ہے کہ کہا جائے گا۔ اب آپ ہی انتظام سنبھالئے کہ یہ ملک تباہ ہورہا ہے۔ اب گاڑی چلتی نہیں ہے۔ ہر آدمی آپ ہی کو چاہتا ہے اپنا کام کرنا چاہتا ہے۔ اپنا وقت بچانا چاہتا ہے۔ نقصان سے بچنا چاہتا ہے انسانی فطرت ہے اگر اسے معلوم ہو جائے کہ یہ کام آپ ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے تو پھر کہاں کا قومی تعصب اور کہاں کی فرقہ وارانہ عصبیت۔ سب کہیں گے، لیجیئے بس اب آپ ہی ذمہ داری قبول کیجئے۔

قوموں کی لیڈرشپ اس طرح ہاتھ میں نہیں آتی کہ آپ لڑتے بھی رہیں اور کام کچھ نہ کریں اور شکوہ شکایت کریں اور اس کے بعد کہیں کہ اقلیت میں ہونے کے باوجود ہمیں وہ حقوق ملیں اور ہماری مرضی پوری ہو اقلیت تو اقلیت، فردِ واحد اپنی اپنی دیانت سے اپنی خداترسی سے اپنی قابلیت سے سب کو جھکا لیتا ہے اور اپنا لوہا منوا لیتا ہے۔ سیاسی شکوے، سیاسی مظاہرے اور احتجاج بہت ہیں، لیکن اپنی سیرت نہیں بدلتے۔ ہم میں کا ہر آدمی جس جگہ ہے جس محکمہ میں ہے جس محاذ پر ہے وہ ثابت کردے کہ آپ ایک سچے، راست باز انسان ہیں۔ حق و انصاف کے معاملہ میں آپ ہندو مسلم کی بھی کوئی تفریق نہیں کرتے۔ آپ کے لئے حرام ہے کہ آپ کسی ناجائز پیسے کو نظر اٹھا کر دیکھیں۔ یہ آپ کچھ دن کر کے، دیکھیے۔ پھر ہندوستان کا نقشہ کیا ہوتا ہے اور آپ کس مقام پر نظر آتے ہیں!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

Adarts-JOS-1/89

REGD. No. P. 90

AL-HAQ

مطبوعات مؤتمر المصنفین

دعوات حق

عبادات و عبدیت

مسئلہ خلافت و شہادت

اسلام اور عصر حاضر

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان